اُفق کے پار

ایڈووکیٹ اقراء طارق

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

اُفق کے پار

ایڈووکیٹ اقراء طارق

پاک سوسائٹی کے تحت شائع ہونے والے ناول " اُفق کے پار " کے حقوق طبع و نقل بحق ویب سائٹ Paksociety.com محفوظ ہیں۔

کسی بھی فرد، ادارے، ڈائجسٹ، ویب سائٹ، ایپلیکیشن اور انٹرنیٹ کسی کے لئے بھی اس کے کسی حصے کی اشاعت، سکرین شارٹ لیکر فیس بُک پر لگانے یا کسی بھی ٹیوی چینل پر ڈرامہ و ڈرامائی تشکیل و ناول کی قسط کے کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے پبلشر (پاک سوسائٹی) سے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی اور بھاری جرمانہ عائد کرنے کا حق رکھتا ہے۔

جملہ حقوق بحق مصنفہ محفوظ ہیں

کتاب کا نام : اُفق کے پار
مصنفہ : ایڈووکیٹ اقراء طارق
اہتمام : علم و عرفان پبلشرز، لاہور
مطبع : تایا پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ : دلدار حسین
سنِ اشاعت : اپریل 2018ء
قیمت : 300/-روپے

بہترین کتاب چھپوانے کے لیے ہم سے رابطہ کریں۔ 03009450911

---ملنے کے پتے---
علم و عرفان پبلشرز
الحمد مارکیٹ، 40۔ اُردو بازار، لاہور
اشرف بک ایجنسی
اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی
کتاب گھر
* اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی
* جناح سپر مارکیٹ F-7 مرکز، اسلام آباد
خزینہ علم و ادب

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

الکریم مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

ویلکم بک پورٹ

اُردو بازار، کراچی

بیکن بکس

گلگشت کالونی، ملتان

رشید نیوز ایجنسی

اخبار مارکیٹ، اُردو بازار، کراچی

اشفاق بک ڈپو

ہاہڑیانوالی، پھالیہ منڈی بہاؤالدین

فرید پبلشرز

اُردو بازار، کراچی

ادارہ کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوں گی اُس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اُس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے پوری طرح متفق ہوں۔ اللہ کے فضل و کرم، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہِ کرم مطلع فرمائیں۔ انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کر دیا جائے گا۔

(ناشر)

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

انتساب!

اُس پاک ذات کے نام جو اندھیرے میں بھٹکے ہوؤں کے لیے نور ہے اور اُس کے پیارے حبیب ﷺ کے نام

اور

میرے والدین کے نام جنھوں نے زندگی کے ہر موڑ پہ میری رہنمائی کی اور میرا ساتھ دیا۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

فہرست

پیش لفظ 7
نوجاب، نولائف 9
رہنمائی انسان کی ضرورت ہے 14
کلمہ شکر 23
محبت اور معاشرہ 35
جو چاہا وہ کیوں نہ پایا 40
آئی ایم ناٹ گوگل 44
یادوں کا رقص 48
والدین اور اولاد 53
بچپن کی دعا 59
شریکِ حیات کا چناؤ 66
خدا کا نائب 70
لوگ بچھڑ کیوں جاتے ہیں 77
میرے معیار سے کم ہے 80
میرا نام 84
تکبر بربادی کی ضمانت 88

مستقبل کی پیشینگوئی 92
جو نیکی میسر ہے 95
دل رکھنے کی باتیں 98
زندگی 101
پچھلے پہر کے آنسو 103
رویے اثر رکھتے ہیں 107
صبر کی حقیقت 110
خدا سے گفتگو 114
قوتِ فیصلہ 119
خوابوں کی دنیا 125
وفادار کی پہچان 127
ہمیں درد کیوں ملتا ہے 130
تبدیلی قدرت کا قانون 133
زندگی مسکراتی ہے 137
روزِ حساب 142
تم ایسی یاد ہو جاؤ 144

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

پیش لفظ

''اندھیرا چار سُو پھیلا ہوا تھا۔ ہر طرف تاریکی کا راج تھا۔ میں اندھیرے کے بیچوں بیچ کھڑی تھی، کوئی راہ سجھائی نہیں دے رہی تھی۔ ہاتھ میں ایک پین تھا۔ اچانک اُس پین کی نِب سے روشنی نکلنے لگی۔ آہستہ آہستہ اندھیرا چھٹنے لگا۔ ہر سُو اجالا ہو گیا۔ میں حیرت سے اُس پین سے نکلنے والی روشنی کو دیکھ رہی تھی۔''

یہ وہ خواب ہے جو میں نے آج سے قریباً تین چار سال پہلے دیکھا۔ تب مجھے معلوم نہیں تھا کہ ایک دن میں ایک کتاب لکھوں گی۔ یہ کتاب اندھیروں کو دور کرنے اور اجالوں کو پھیلانے کی کوشش میں تحریر کی گئی ہے۔ امید ہے کہ قارئین کے دل و دماغ میں اٹھتے بہت سے سوالوں کے جواب دینے میں اور بہت سی الجھنوں کو سلجھانے میں مدد کرے گی۔

اور اس کتاب کے توسط سے آپ سب سے گزارش کرتی ہوں کہ زندگی میں چاہے آپ کسی بھی مقام پہ پہنچ جائیں، کتنے ہی بڑے آدمی کیوں نہ بن جائیں۔ یہ کبھی مت بھولیں کہ آپ کو اس مقام پہ پہنچانے والے اللہ پاک کی ذات کے بعد آپ کے والدین ہیں۔ تمام کامیابیاں اُن والدین کے نام۔۔۔ جن کی دعاؤں کے بغیر نہ ہم اس دنیا میں کامیاب ہو سکتے ہیں اور نہ آخرت میں اور اس نفسا نفسی کے عالم میں۔۔۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم اپنے آس پاس خیر بانٹیں اور جہاں تک ہو سکے بدگمانیوں سے بچیں۔ اسی میں ہماری بھلائی ہے۔

میں ادارہ علم و عرفان پبلشرز کی شکر گزار ہوں۔ اور خاص طور پہ ایڈووکیٹ طلعت نوید کی

شکر گزار ہوں جنھوں نے اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں میری بہت مدد کی۔ اللہ پاک ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

ایڈووکیٹ اقراء طارق
iqratariq820@gmail.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

نوجاب، نولائف

"زندگی میں یہ ضروری نہیں ہے کہ سب اچھا ہوتا رہے، البتہ یہ بہت ضروری ہے کہ کچھ اچھا ہونے کی امید زندہ رہے۔"

وہ جوتوں سمیت بیڈ پہ لیٹا ہوا تھا۔۔۔بال پیشانی پہ بکھرے ہوئے تھے۔ایک بازو آنکھوں پہ رکھے۔۔۔دنیا جہان سے خفا لگ رہا تھا۔۔۔لب سختی سے ایک دوسرے میں بھینچ رکھے تھے۔

دبیز پردوں کی وجہ سے کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔۔۔اور باہر آسمان سرمئی بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔۔۔ موسلادھار بارش برس رہی تھی۔۔۔ جس کی وجہ سے دن میں بھی رات کا سماں لگ رہا تھا۔۔۔ بارش کی وجہ سے آج موسم سرد ہو گیا تھا۔۔۔اُسے بارش بہت پسند تھی۔۔۔وہ بارش میں بھیگتا نہیں تھا۔۔۔اُسے صرف بارش کو دیکھنا پسند تھا۔۔۔بارش کے قطروں کا آسمان سے زمین تک کا سفر دیکھنا پسند تھا۔۔۔ لیکن آج خوشگوار موسم بھی اُس کے مزاج پہ اچھا اثر نہیں ڈال سکتا تھا۔۔۔

اُس کا ذہن مسلسل ایک ہی بات سوچے جا رہا تھا۔۔۔

"ہمیشہ میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا ہے۔۔۔"

"میری تو قسمت ہی خراب ہے۔"

"دل چاہتا ہے آگ لگا دوں ان ڈگریوں کو۔۔۔"

"محبت مجھے نہیں ملی۔۔۔جاب مجھے نہیں مل رہی۔۔۔ آخر ایسا کون سا گناہ کر دیا ہے میں نے۔۔۔ جس کی سزا مل رہی ہے۔۔۔"

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

ارحم کی کہانی بھی دوسرے بہت سے نوجوانوں جیسی تھی۔۔۔جو ڈگریوں کا پلندہ پاس ہونے کے باوجود بے روزگار ہوتے ہیں۔۔۔بس فرق یہ تھا کہ ارحم محنتی لڑکا تھا۔۔۔ہمیشہ ٹاپ کرتا آیا تھا۔۔۔شاید اسی لیے اپنے ناکام ہو جانے پہ اُسے زیادہ افسوس ہوتا تھا۔۔۔اُس کے تمام دوست اچھی جابز پہ پوسٹڈ تھے۔۔۔لیکن اپنے شاندار ایجوکیشنل بیک گراؤنڈ کے باوجود۔۔۔وہ ابھی تک بے روزگار تھا۔۔۔اور یہ بات دن بہ دن اُسے ڈپریشن میں مبتلا کرتی جارہی تھی۔

وہ اپنی انھی سوچوں میں گم تھا جب کمرے کا دروازہ ہلکی سی آواز کے ساتھ کھلا اور آسیہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں۔۔۔ہاتھوں میں گرما گرم پکوڑوں کی پلیٹ تھام رکھی تھی۔

ہاتھ بڑھا کے انھوں نے کمرے کی لائٹ آن کی۔ تو نظر سامنے بیڈ پہ پڑی جہاں ارحم بے سدھ پڑا تھا۔

ارحم کو یوں جوتوں سمیت بیڈ پہ لیٹا دیکھ کر وہ سمجھ گئیں کہ آج کے انٹرویو میں بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ لیکن وہ اُن ماؤں میں سے تھیں۔جو ہر حال میں اپنی اولاد کا حوصلہ بڑھاتی ہیں۔۔۔اور اُمید کا دیا روشن رکھنے کی تلقین کرتی ہیں۔

اسی لیے ہشاش بشاش لہجے میں بولیں۔

"میں اپنے بیٹے کے لیے گرما گرم پکوڑے بنا کے لائی ہوں۔۔۔جلدی سے اُٹھ جاؤ۔"

ارحم یوں ہی چپ چاپ لیٹا رہا تو آسیہ نے آگے بڑھ کے اُس کی آنکھوں سے بازو ہٹایا۔

ارحم اُٹھ کے بیٹھ گیا۔۔۔اُس کی آنکھوں کی سرخی بتا رہی تھی۔۔۔کہ وہ بہت ڈپریس ہے۔

"امی میرا بالکل دل نہیں چاہ رہا۔" اُس نے بے دلی سے کہا۔

باہر بادل زور سے گرجا۔

"ارحم ایسے پریشان ہونے سے کچھ نہیں ہوتا بیٹا۔۔۔اللہ میرے بیٹے کو بہت اچھی نوکری دے

https://paksociety.com

گا۔۔۔مجھے اُس کی ذات پہ پورا بھروسہ ہے۔"

آسیہ بیگم نے پورے یقین سے کہا۔ اور اُس کے کمرے کا ہیٹر آن کرنے لگیں۔

"پتا نہیں کب دے گا۔" ارحم نے بیزاری سے کہا۔

"اوں ہوں۔۔۔بری بات ہے بیٹا۔۔۔ایسے نہیں کہتے۔۔۔" ہیٹر آن کرنے کے بعد آسیہ بیگم بیڈ پہ آکے بیٹھ گئیں اور اپنے بیٹے کی پیشانی سے بال ہٹاتے ہوئے اُسے ٹوکا۔

"امی آپ کو پتا ہے۔۔۔ وہ۔۔۔عمران۔۔۔اُس کو بھی جاب مل گئی۔۔۔اتنے اچھے بینک میں۔۔۔کالج میں درمیانے درجے کا طالب علم تھا وہ۔بیک بنچر (Back Bencher)۔۔۔اور ایک میں ہوں۔۔۔ساری زندگی راتوں کو جاگ جاگ کے پڑھتا رہا۔۔۔ٹاپ کرتا رہا۔۔۔محنت کے چکر میں زندگی کو انجوائے بھی نہیں کیا۔۔۔لیکن پھر بھی عملی زندگی میں بالکل صفر ہوں۔"

"جب میں کالج، یونیورسٹی میں ٹاپ کیا کرتا تھا تو سوچتا تھا کہ۔۔۔مجھے تو نوکری پلیٹ میں رکھ کے پیش کی جائے گی۔۔۔آخر گریڈز جو اتنے اچھے ہیں۔۔۔لیکن اب پتا چلا ہے۔۔۔گریڈز اچھے ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کی قسمت بھی اچھی ہے اور مستقبل سیکیور ہے۔۔۔" وہ زخمی انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔

آسیہ خاموشی سے اُس کی باتیں سن رہی تھیں۔۔۔وہ چاہتی تھیں کہ ارحم اپنے دل کا سارا غبار نکال دے۔۔۔اسی صورت میں وہ ریلیکس ہو سکتا تھا۔

"میرا دل چاہتا ہے۔۔۔ان تمام ڈگریوں کو۔۔۔ان تمام اعزازوں کو آگ لگا دوں۔۔۔کیا فائدہ ان کا۔۔۔اگر یہ مجھے معاشرے میں ایک اچھی پوسٹ بھی نہیں دلوا سکتے۔"

"ہمیشہ میرے ساتھ ہی ایسا ہوتا ہے۔۔۔" وہ سر کو ہاتھوں میں لے کے دباتا ہوا بولا۔

اس وقت وہ مایوسی کی انتہاؤں پہ تھا۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

آسیہ نے فکرمندی سے اپنے بیٹے کو دیکھا اور بولیں۔

"ارحم۔۔۔ تم شاید بھول چکے ہو۔۔۔ لیکن مجھے بہت اچھی طرح یاد ہے۔۔۔ جب بھی تم پوزیشن لے کے آتے تھے تو کس قدر خوش ہوتے تھے۔۔۔ خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھتے تھے۔۔۔ کیونکہ ہر کوئی تمہاری تعریف کرتا تھا۔۔۔ اور آج بھی کرتا ہے۔۔۔ اُس وقت تو تم کبھی نہیں کہتے تھے کہ ہمیشہ میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا ہے۔۔۔ اللہ مجھے اتنی کامیابیاں کیوں دیتا ہے۔۔۔ بیٹا کیا ہوا اگر زندگی کے اس میدان میں تھوڑی ناکامی ہو رہی ہے۔۔۔ تم نے وہ تو سنا ہو گا کہ اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے۔" وہ اُس کا ہاتھ تھامے اُسے دھیرے دھیرے سمجھا رہی تھیں۔

"امی یہ سب کتابی باتیں ہیں۔۔۔ حقیقت کی دنیا بہت مختلف ہے۔۔۔" وہ سامنے دیوار پہ آویزاں اپنی کانووکیشن کی تصویر دیکھتا ہوا شکست خوردہ لہجے میں بولا۔ تصویر میں صدرِ پاکستان اُس سے ہاتھ ملا رہے تھے۔۔۔ اور اُس کے گلے میں لٹکا ہوا گولڈ میڈل چمک رہا تھا۔ چونکہ اُس نے یونیورسٹی میں ٹاپ کیا تھا اس لیے کانووکیشن کے موقعے پر خصوصی پروٹوکول دیا گیا تھا۔ وہ تصویر کو دیکھتے ہوئے اُس خوبصورت یادگار دن کی یاد میں کھو گیا۔

"کانووکیشن کے موقع پہ صدرِ پاکستان چیف گیسٹ تھے۔ اور انھوں نے ہی ٹاپ کرنے والوں کو گولڈ میڈل پہنائے تھے۔ اس منظر کو کتنے ہی کیمروں نے محفوظ کیا تھا۔ اُس کے تمام دوست اُسے خوش قسمت قرار دے رہے تھے۔ وہ اپنے دوستوں کے درمیان راجہ اندر بنا بیٹھا تھا۔ اُس کے بارے میں وہ بغیر کسی شک و شبہے کے کہتے تھے کہ وہ زندگی کے کسی میدان میں مات کھا ہی نہیں سکتا۔"

"کتابوں میں بھی وہی لکھا جاتا ہے۔۔۔ جسے حقیقی زندگی میں لوگ برتتے ہیں۔۔۔" آسیہ بیگم کی آواز اُسے حال میں کھینچ لائی۔

"اس سے بڑی ستم ظریفی کیا ہو گی امی کہ انسان کا اپنی قسمت پہ کوئی اختیار نہیں ہے۔ انسان کی

https://paksociety.com https://paksociety.com

قسمت وہ تحریر ہے جسے وہ خود نہیں لکھ سکتا۔" وہ دل گرفتی سے بولا۔

"بیٹا خدا نے انسان کو بہت سی باتوں کا اختیار دیا ہے۔لیکن کُل اختیار اپنے پاس ہی رکھا ہے۔۔۔کیونکہ اگر کُل اختیار انسان کے ہاتھ میں آجاتا تو شاید یہ دنیا ایک دن بھی قائم نہ رہتی۔" آسیہ بیگم اُسے سمجھانے کی پوری کوشش کر رہی تھیں۔

"اچھا چلو چھوڑو ان سب باتوں کو۔۔۔تم پکوڑے کھاؤ۔۔۔ٹھنڈے ہو رہے ہیں۔وہ پلیٹ اُسے تھماتے ہوئے بولیں تو ارحم نے ماں کا دل رکھنے کے لیے تھام لی۔

"ارحم ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا۔۔۔صرف اچھی جاب ہی اچھی قسمت کی پہچان نہیں ہوتی۔۔۔اور نہ ہی اچھی زندگی کی ضامن ہوتی ہے۔۔۔ہاں یہ ٹھیک ہے کہ روزگار کے بغیر انسان کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔۔۔لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ تم اسی کے ساتھ اپنی پوری زندگی کو وابستہ کر لو۔" وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولیں تو ارحم نے محض سر ہلا دیا۔

اُس کی امی بہت سویٹ اور کیئرنگ تھیں۔اور جذباتی بھی بہت جلد ہو جایا کرتی تھیں۔اس لیے اُس نے فی الحال کوئی بھی بات کرنے سے گریز کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

رہنمائی انسان کی ضرورت ہے

گاڑی ہچکولے کھاتی ہوئی۔۔۔بَل کھاتے راستوں پہ گامزن تھی۔ اور باہر بھاگتے دوڑتے مناظر تیزی سے بدل رہے تھے۔۔۔ یوں جیسے کوئی فلم چل رہی ہو۔ موسم نہ زیادہ گرم تھا اور نہ سرد۔۔۔البتہ آسمان پہ بادل ٹکڑیوں کی صورت بکھرے ہوئے تھے۔۔۔ پہاڑ سر اٹھائے اپنی ازلی تمکنت کے ساتھ کھڑے تھے۔۔۔کچھ پہاڑوں کی چوٹیاں اوپر آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔۔۔ نیچے گھنے درختوں نے سڑک پہ سایہ سا کر رکھا تھا۔ماحول میں فسوں انگیز خاموشی تھی۔۔۔شمالی علاقہ جات کا موسم ویسے بھی سارا سال خوشگوار ہی رہتا ہے۔۔۔کچھ مسافر آپس میں خوش گپیوں میں مصروف تھے۔۔۔ گاڑی میں زیادہ تر پٹھان ہی تھے۔۔۔ میرے ساتھ بیٹھے صاحب نے بھی سیاست پہ گفتگو شروع کی تھی لیکن میری عدم دلچسپی کے باعث بحث کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ اور اب خراٹے لے کے سو رہے تھے

امی اور ابا پچھلی سیٹوں پہ تھے جبکہ میں اگلی سیٹ پہ بیٹھا تھا، میری سیٹ کھڑکی کے ساتھ تھی۔ میں سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے۔۔۔شمالی علاقہ جات کی جنت نظیر خوبصورتی سے لطف اٹھا رہا تھا۔ پاکستان کے شمالی علاقہ جات جنت نہیں ہیں۔۔۔لیکن جنت کا عکس ضرور ہیں۔

"بھائی مزید کتنی دیر لگے گی۔۔۔؟؟" مجھ سے اگلی سیٹ پہ بیٹھے مسافر نے ڈرائیور سے کوئی تیسری بار پوچھا۔ وہ شاید پہلی بار بالاکوٹ جارہا تھا۔ اسی لیے اُسے وقت کا اندازہ نہیں تھا۔

"بس دس منٹ میں پہنچ جائیں گے۔" ڈرائیور نے چڑتے ہوئے قدرے بیزاری سے جواب دیا۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

"آپ کو کیا لگتا ہے۔۔۔ رضا بھائی ارحم کو سمجھا سکیں گے۔؟؟" پچھلی سیٹ سے امی کی مدھم اور باریک سی آواز آئی تو میرے کان اپنا نام سُن کے اُس طرف متوجہ ہو گئے۔

"ارحم نوجوان ہے۔۔۔ اور عمر کے نازک ترین دور سے گزر رہا ہے۔۔۔ اس عمر میں انسان کو رہنمائی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔۔۔ ویسے بھی رہنمائی تو ہر دور میں انسان کی ضرورت رہی ہے۔۔۔"

اس دنیا میں سب سے زیادہ رہنمائی ہمیں جس کتاب سے ملتی ہے۔۔۔ وہ قرآن مجید ہے۔ جانتی ہو قرآن کا مطلب کیا ہے؟ "قرآن" کا مطلب ہے "بار بار پڑھی جانے والی کتاب"۔۔۔ کبھی سوچا ہے ایسا کیوں ہے۔ عموماً ہم کوئی بھی کتاب صرف ایک بار ہی پڑھتے ہیں۔ اگر کوئی کتاب ہمیں بہت پسند آ جائے تو اُسے بھی حد تین سے چار بار پڑھتے ہیں۔ وہ بھی صرف اُس کتاب کے وہ حصے جو ہمیں زیادہ پسند ہوں۔ لیکن قرآن پاک کو بار بار پڑھتے ہیں اور مکمل پڑھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان بھول جاتا ہے۔ یہ رہنمائی کی باتیں انسان صرف کچھ ہی دن یاد رکھتا ہے۔ پھر شیطان کے بہکاوے میں آ ہی جاتا ہے۔ اس لیے قرآن کو ہم بار بار پڑھتے ہیں۔ تاکہ ہمیں رہنمائی ملتی رہے۔ اور ہم سیدھے راستے پہ قائم رہیں۔ ارحم کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔ وہ بھی زندگی کو سمجھ نہیں پا رہا۔ اُسے بھی اس وقت کسی رہنما کی ضرورت ہے، جو اُسے واپس ٹریک پر لا سکے۔

اور رضا کے بارے میں ایک بات میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ ارحم کو زندگی کا فلسفہ بہت اچھی طرح سمجھا دے گا۔ رضا پہ اللہ کا بڑا کرم ہے۔۔۔ اس کے لفظوں میں اور لہجے میں خدا نے بہت تاثیر رکھی ہے۔۔۔ جب وہ بات کرتا ہے تو سیدھی دل میں اتر جاتی ہے۔۔۔ وہ روشنی کا ایسا مینار ہے جس کی روشنی میں لوگ اپنے لیے سیدھے راستے کا انتخاب کرتے ہیں۔" ابا جی نے امام جی کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

میں اپنے والدین کے ساتھ بالاکوٹ جارہا تھا۔ پرسوں ہی جب میں ایک بار پھر سے انٹرویو میں ناکام ہوا تو امی جان نے ابا جی کے ساتھ مل کے بالاکوٹ کا پلان بنالیا۔۔۔ میں آنے کے لیے بالکل رضا مند نہیں تھا لیکن بقول امی کے۔۔۔ جگہ کی تبدیلی انسان پہ اچھا اثر ڈالتی ہے۔ امی کا خیال تھا کہ صاف ستھری آب و ہوا، سبزہ، پہاڑ اور خوبصورت موسم۔۔۔ یہ سب میری قنوطیت اور ڈپریشن کو خوشگوار موڈ میں بدل ڈالیں گے۔ اور ان کا میرے مزاج پہ اچھا اثر ہو گا۔

چونکہ میں اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہوں۔۔۔ اس لیے وہ دونوں ہی میرے دن بہ دن بڑھتے ہوئے ڈپریشن کی وجہ سے پریشان ہیں۔۔۔ میں نے پچھلے کچھ عرصے سے دوستوں کے ساتھ گھلنا ملنا بھی کم کر دیا ہے۔۔۔ جس سے ملو وہ یہی پوچھتا ہے۔۔۔ "جاب کا کیا بنا۔۔۔؟؟" اور میں اب اس سوال سے چڑ گیا ہوں۔۔۔ دل چاہتا ہے کسی ایسی جگہ چلا جاؤں جہاں مجھے کوئی نہ جانتا ہو۔۔۔ جہاں کوئی بھی یہ بات نہ جانتا ہو کہ میں یونیورسٹی میں ٹاپر تھا۔۔۔ تاکہ لوگ مجھ سے بہت بڑی بڑی توقعات رکھنا چھوڑ دیں۔۔۔ اور میں پھر سے زندگی شروع کروں۔۔۔ اور اس بار محنت تو کروں لیکن ہر چیز کو پرفیکٹ بنانے کی کوشش ہرگز نہ کروں۔

میں کوئی جذباتی یا چھوٹی چھوٹی باتوں پہ ہمت ہار جانے والا انسان نہیں ہوں، لیکن مسلسل ناکامی نے مجھ پہ عجیب مایوسی سی طاری کر دی ہے۔

اور ابا کا خیال ہے کہ امام جی۔۔۔ میری تمام ذہنی الجھنوں کو بہتر انداز میں سلجھا سکتے ہیں۔ امام رضا۔۔۔ ابا کے بہت اچھے دوست ہیں۔ میں انکل رضا کو امام جی ہی کہا کرتا ہوں۔۔۔ چونکہ وہ اپنے علاقے کی مسجد کے امام ہیں اور جب میں بچپن میں ابا کے ساتھ بالاکوٹ آیا کرتا تھا تو علاقے کے لوگوں کو انھیں "امام جی" کہتے ہوئے سنتا تھا۔۔۔ بس اُسی وقت سے میں بھی انھیں امام جی کہنے لگا تھا۔ میں بچپن میں یہاں بہت شوق سے آیا کرتا تھا۔۔۔ لیکن جب کالج میں داخلہ لے لیا تو پڑھائی میں اس قدر مصروف

ہو گیا کہ پھر کئی سال بالاکوٹ آ ہی نہیں سکا۔۔۔اب کافی سالوں کے بعد میں اُن کے گھر جا رہا تھا۔۔۔ابا البتہ چکر لگاتے رہتے تھے۔۔۔میرے لیے یہاں صرف ایک ہی دلچسپی تھی۔۔۔اور وہ تھی۔۔۔یہاں بکھری بے پناہ خوبصورتی۔۔۔قدرت کی دلکشی۔۔۔ اونچے اونچے پہاڑ۔۔۔اور پہاڑوں سے گرتی آبشاریں۔۔۔بچپن سے ہی مجھے قدرتی مناظر بہت اٹریکٹ کرتے تھے۔۔۔اور یہاں آنے کی ایک اور بڑی وجہ تھی۔۔۔امام جی کی وہ چھوٹی بیٹی۔۔۔جو مجھ سے عمر میں تھوڑی چھوٹی تھی۔۔۔گول مٹول سی۔۔۔سرخ و سپید رنگت والی۔۔۔ بہت شرارتی تھی۔۔۔میں جب بھی ابا کے ساتھ یہاں آتا۔۔۔ازمینہ کے ساتھ میری خوب بنتی۔۔۔وہ اور میں سارا سارا دن پہاڑوں میں گھومتے پھرتے۔۔۔درختوں سے سیب اور خوبانیاں اتار کے کھاتے۔۔۔آبشاروں پہ جا کے بڑے بڑے پتھروں پہ بیٹھتے۔۔۔وہ مجھے اپنی تمام دوستوں سے ملواتی۔۔۔اور ہم سب مل کے سارا سارا دن کھیلتے۔۔۔اور جب رات کو واپس آتے تو مجھے ابا سے خوب ڈانٹ پڑتی۔۔۔جسے ایک کان سے سن کر میں دوسرے کان سے نکال دیا کرتا تھا۔۔۔اور دوسرے دن ہم پھر سے نکل جایا کرتے تھے۔۔۔ایک ماضی تھا جو ذہن کے پردے پہ کسی فلم کی صورت چل رہا تھا۔

اب تو وہ بھی بڑی ہو گئی ہو گی۔۔۔میں ازمینہ کے بارے میں سوچنے لگا۔

کھلے شیشے سے آتی ٹھنڈی ہوا میری آنکھوں کو بند کر رہی تھی۔میں نے سکون سے آنکھیں بند کر کے سیٹ کی پشت سے سر ٹکا لیا۔

میں اپنے ہی خیالوں میں گم تھا جب گاڑی ایک جھٹکے سے رکی۔

"چلو بھئی مسافروں۔۔۔منزل آگئی تمہاری۔" ڈرائیور کے کہتے ہی سب مسافر ایک ایک کر کے اترنے لگے۔ہم بھی سامان سمیت گاڑی سے اتر آئے۔۔۔ اور ہم سب کے اترتے ہی گاڑی آگے بڑھ گئی۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

پہاڑوں پہ بنا بالاکوٹ قدرتی خوبصورتی کا شاہکار ہے۔۔۔اور اس کی خوبصورتی میں اضافہ کرتا ہے۔۔۔دریائے کنہار۔۔۔پہاڑوں کے درمیان جگہ بناتا۔۔۔ مسلسل آگے ہی آگے بڑھتا ہوا۔۔۔شور مچاتا دریا۔۔۔ جیسے یہاں کی سڑکیں بل کھاتی ہوئی آگے بڑھتی ہیں۔ویسے ہی سڑک کے ساتھ ساتھ دریا بھی بل کھاتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔۔۔

گاڑی سے اتر کے میں نے ایک گہری سانس لی اور آلودگی سے پاک ہوا کو اپنے اندر اتارا۔

ایک کچا راستہ اوپر پہاڑ پہ بنے گھروں کی طرف جارہا تھا۔۔۔جس کے دونوں طرف درخت قطار در قطار کھڑے تھے۔۔۔ یہ جگہ ناہموار تھی۔۔۔ہم اپنا سامان والا بیگ پکڑے مضبوطی سے قدم جمائے اس رستے پر چلنے لگے۔۔۔ہمارے ساتھ علاقے کے اور لوگ بھی تھے۔

امام جی کے گھر کے راستے میں ہی وہ مسجد تھی جہاں وہ امام کے فرائض سر انجام دیتے تھے۔ جلد ہی ہم مسجد کے سامنے پہنچ گئے۔

پتھروں کو تراش کے بنائی گئی مسجد بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ امام جی ہمیں وہیں مل گئے۔

ابا کو یوں اچانک سامنے دیکھ کر اُن کی خوشی دیدنی تھی۔

ابا سے بغل گیر ہونے کے بعد وہ میری طرف چلے آئے۔

"ماشاء اللہ۔۔۔ماشاء اللہ۔۔۔ارحم تم تو جوان ہوگئے ہو بھئی۔۔۔" وہ مجھ سے بغل گیر ہوتے ہوئے بولے تو میں مسکرا دیا۔

"اتنے سے تھے جب تمہیں آخری بار دیکھا تھا۔۔۔" وہ زمین سے اوپر کی طرف ہاتھ اٹھا کے اشارے سے بتانے لگے۔

امام جی آج بھی ویسے ہی نرم مزاج تھے۔ دھیما دھیما سا پر خلوص لہجہ۔ گفتگو کا انتہائی مہذب انداز۔ نگاہوں میں ایک نرم سا تاثر اور بناوٹ سے پاک چہرہ۔

وہ ہمیں لے کے گھر کی طرف چل دیے۔

گھر میں داخل ہونے پہ پتھروں کی روش تھی۔۔۔جو سامنے بنے برآمدے تک جاتی تھی۔ بائیں ہاتھ پہ کھلا صحن تھا جس میں دو چارپائیاں بچھی تھیں۔۔۔ ایک چارپائی پہ گاؤ تکیہ لگا ہوا تھا۔

"ابا جی کون آیا ہے۔۔۔؟؟" دائیں ہاتھ پہ بنے کچن سے نسوانی آواز آئی۔

یہ شاید ازمینہ ہی تھی کیونکہ امام جی کی زوجہ تو برسوں پہلے انتقال کر گئی تھیں۔

"بیٹا۔۔۔ مہمان آئے ہیں۔۔۔ تمہارے دلاور چاچا آج بمعہ فیملی آئے ہیں۔۔۔" امام جی کے جواب پہ ازمینہ کا حیرت زدہ چہرہ کچن کے دروازے پہ نمودار ہوا۔

"ارحم بھی آیا ہے۔۔۔" وہ خوشی سے بھرپور لہجے میں بولی۔

میں تو سوچ رہا تھا کہ وہ مجھے بھول چکی ہو گی۔ لیکن اُس کے چہرے کی خوشی اور حیرت دیکھ کے لگ رہا تھا کہ نا صرف میں اُسے اچھی طرح یاد ہوں بلکہ اُسے میرے یوں اچانک آنے پہ خوشی بھی ہوئی ہے۔

"السلام علیکم چاچا۔۔۔" وہ ابا جی کے پاس آ کے بولی۔ اُس کی آواز خوشی سے کانپ رہی تھی۔

ابا نے شفقت سے اُس کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔۔۔ "جیتی رہو میری بچی۔۔۔"

اور پھر وہ اماں سے ملنے کے بعد میری طرف چلی آئی۔

"ارحم کہاں تھے تم۔۔۔ اتنے سالوں کے بعد آئے ہو۔۔۔ ایسے بھی کوئی کرتا ہے بھلا۔۔۔" وہ ایک ہاتھ کمر پہ جمائے میرے سامنے کھڑی کڑے تیوروں سے پوچھ رہی تھی۔

میں نے ایک نظر اُس کے تھانے دارانہ انداز پہ ڈالی اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"تم ابھی تک ایسے ہی لڑتی ہو ازمینہ۔۔۔ میں تو سمجھا تھا بڑی ہو گئی ہو گی۔۔۔"

"لڑوں نہیں تو اور کیا کروں۔۔۔ ایک تو اتنے سالوں کے بعد آئے ہو۔۔۔ اور یہ بھی چاہتے ہو

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

کہ ہم لوگ ناراضگی کا اظہار نہ کریں۔۔۔" اُس نے تیوری چڑھاتے ہوئے کہا۔

"ازمینہ پتر۔۔۔گھر آئے مہمان کی عزت کرتے ہیں۔۔۔" امام جی اُسے ٹوکتے ہوئے بولے۔

"ایسے مہمان کی تو عزت افزائی کرنی چاہیے ابا۔۔" وہ اسی طرح منہ پھلائے بولی تو میرے چہرے پہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"اُف روٹی جل گئی۔۔۔" کچن سے جلنے کی بو آئی تو وہ اندر کی طرف دوڑی۔

ہم وہیں صحن میں رکھی چارپائیوں پہ بیٹھ گئے۔

میں اردگرد نظریں دوڑائے گھر کا جائزہ لینے لگا۔۔۔اتنے سال گزرنے کے باوجود گھر میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی تھی۔ یہ رواج شاید ابھی صرف شہروں تک ہی محدود ہے۔۔۔ہر سال دو سال بعد گھر میں کچھ نہ کچھ کام کروانے کا۔۔۔اور کچھ نہیں تو پینٹ ہی کروا لیتے ہیں۔

امام جی کا گھر بھی وہاں کے دوسرے گھروں کی طرح سادگی سے مزین تھا۔ مرکزی دروازے سے اندر آئیں تو بائیں ہاتھ ایک کھلا سا صحن۔۔۔ اور دائیں ہاتھ پہ واش روم تھا۔اور آگے کی طرف جائیں تو تین کمرے تھے جن کے آگے برآمدہ بنا تھا۔اور برآمدے میں ہی دائیں ہاتھ پہ کچن تھا۔

بچپن میں جب میں یہاں آتا تھا تو اسی صحن میں ازمینہ کے ساتھ خوب کھیلتا تھا۔ علاقے کے اور بچے بھی آجاتے تھے اور ہم بہت اودھم مچاتے تھے۔ وقت کتنی جلدی گزر جاتا ہے۔ اب تو وہ بے فکری خواب ہو گئی تھی۔

تلاش کرتا ہوں گزرے وقتوں میں

بچپن کے سنہری پل اکثر

کچن سے کھانے کی اشتہا انگیز خوشبوئیں آرہی تھیں۔

کچھ ہی دیر میں ازمینہ چائے کے ساتھ دیگر لوازمات لے آئی۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

''آپ لوگوں کو چاہیے تھا آنے سے پہلے اطلاع کر دیتے۔۔۔ تاکہ ہم کھانے پہ اہتمام کر لیتے۔'' امام جی نے ابا سے کہا۔

''بھئی میں تو تمہیں سرپرائز دینا چاہتا تھا۔۔۔ اور کھانے کی تو تم فکر ہی نہ کرو۔۔۔ جو بھی پکا ہے وہی کھالیں گے۔۔۔ تکلفات میں پڑنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔۔۔ ہم اس بار کچھ روز رکنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔۔۔ اور اگر تم یوں تکلف کرو گے تو ہمیں اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑے گا۔'' ابا نے تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''واہ بھئی یہ تو بہت اچھی بات ہے۔۔۔ اور یہ بہت اچھا کیا جو بھابھی اور ارحم کو بھی لے آئے۔۔۔ ورنہ سارا دھیان تمہارا پیچھے ہی رہتا ہے۔۔۔ اور جانے کی بھی جلدی کرتے ہو۔'' امام جی ابا کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولے۔

''بھئی میں تو اس بار اپنی بیگم کے ساتھ سارے بالاکوٹ کی سیر کروں گا۔۔۔ اور یہ ہمارا بیٹا تمہارے حوالے ہے۔۔۔'' ابا کے کہنے پہ امام جی نے نا سمجھ آنے والے انداز میں اُن کی طرف دیکھا تو ابا نے آنکھوں ہی آنکھوں میں انھیں کوئی اشارہ کر دیا جس کے بعد انھوں نے مزید اس بارے میں کوئی سوال نہ کیا۔

وہ تینوں اب باتوں میں مصروف ہو چکے تھے۔ چائے پینے کے بعد میں اندر کمرے میں چلا آیا۔ اتنے لمبے سفر نے مجھے اچھا خاصا تھکا ڈالا تھا۔

کمرے میں ایک چارپائی۔۔۔ لکڑی کی دو کرسیاں اور ایک میز پڑی تھی۔ سامان پرانا لگتا تھا۔۔۔ لیکن صفائی اور سلیقہ ہر چیز میں دکھائی دے رہا تھا۔ کمرے کے دروازے پہ پردہ لٹک رہا تھا۔ میں چارپائی پہ نیم دراز ہو گیا۔۔۔ اور کمرے کا جائزہ لینے لگا۔۔۔ کمرے کی دیواروں سے پینٹ بھی جگہ جگہ سے اکھڑا ہوا تھا۔۔۔ اور دیوار پہ سجاوٹ کی واحد چیز۔۔۔ کلاک تھا۔۔۔ جو چارپائی کے سامنے والی دیوار

پہ لگا تھا۔۔۔گھڑی کی سوئیاں دوپہر کے دو بجا رہی تھیں۔ایک کھڑکی بھی تھی۔میں تجسس کے مارے اٹھا اور کھڑکی کھول کے باہر جھانکا۔ یوں لگا جیسے جنت کی کھڑکی کھل گئی ہو۔ سر سبز و شاداب درخت۔۔۔ہری بھری گھاس۔۔۔ڈھیر سارے جنگلی پھول۔۔۔اُن کی بھینی بھینی خوشبو۔۔۔پرندوں کی چہچہاہٹ۔۔۔اُف کیا نظارہ تھا۔خوبصورت مناظر تو ویسے بھی انسان کی طبیعت پہ بہت اچھا اثر ڈالتے ہیں۔

میں کھڑکی کے ساتھ ٹیک لگائے قدرت کے نظاروں کو کھوجتا رہا۔۔۔پہاڑوں میں آ کے انسان اپنا آپ بھی بھول جاتا ہے۔۔۔یہ انسان کو سحر زدہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔کچھ دیر وہاں کھڑے رہنے کے بعد میں واپس چارپائی پہ آ کے لیٹ گیا اور آنکھیں موند لیں۔

''ارحم بیٹا۔۔۔کھانا تیار ہے۔۔۔ہاتھ منہ دھو لو۔۔۔'' مجھے لیٹے ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی جب امام جی کمرے میں آ کے بولے تو میں اُٹھ بیٹھا اور اثبات میں سر ہلا کے باہر صحن میں لگے نل سے منہ ہاتھ دھونے چل دیا۔

برآمدے میں دستر خوان لگایا گیا تھا۔۔۔اور ازمینہ کھانا لگا رہی تھی۔۔۔روٹی کے ساتھ پالک کا سالن تھا۔مجھے کافی بھوک لگ رہی تھی۔۔۔اس لیے۔۔۔خوب سیر ہو کے کھانا کھایا۔

کھانے کے بعد سب گفتگو میں مصروف ہو گئے ، لیکن مجھے سفر کی تھکان کی وجہ سے وہاں بیٹھنا محال لگ رہا تھا اور سخت نیند آ رہی تھی اس لیے سونے کی غرض سے کمرے میں چلا آیا۔اور بستر پہ لیٹتے ہی دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

کلمہ شکر

اذان کی آواز سے میری آنکھ کھلی۔ ایک لمحے کو تو سمجھ ہی نہ پایا کہ اس وقت کہاں ہوں۔۔۔ارد گرد نظریں دوڑانے پہ یاد آیا کہ میں اس وقت بالاکوٹ میں امام جی کے گھر موجود ہوں۔

کچھ دیر یوں ہی کسلمندی سے بستر پہ لیٹا رہا۔ پھر اُٹھ کے باہر چلا آیا۔ آسمان تاریک تھا۔اس کا مطلب تھا کہ میں سارا دن اور ساری رات سوتا رہا ہوں۔ اذان کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

فجر کا وقت تھا۔اور ہر طرف گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ دور کہیں سے جانوروں کی آوازیں آتیں جو ماحول پہ چھائے سکوت کو توڑ دیتیں۔

پانی گرنے کی آواز پہ میں نے اُس سمت دیکھا، جہاں سے آواز آرہی تھی۔ازمینہ صحن کے کونے میں لگے نل پہ وضو کر رہی تھی۔ میں وہیں برآمدے میں کھڑا اُسے دیکھنے لگا۔ اُس نے اچھا قد کاٹھ نکالا تھا۔ لیکن تھی دھان پان سی ہی۔۔۔جب وہ وضو کر چکی تو آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کے کلمہ شہادت پڑھنے لگی۔ اور پھر دوپٹہ اچھی طرح اپنے نم چہرے کے گرد لپیٹ کے میری طرف چلی آئی۔۔۔اُس کے چہرے پہ آج بھی بچوں جیسی معصومیت تھی۔۔۔گزرے سالوں نے اُس پہ کوئی زیادہ اثر نہیں چھوڑا تھا۔

''نیند پوری ہو گئی تمہاری۔۔۔؟؟ سارا دن اور ساری رات سوتے رہے ہو۔''

''کافی عرصے کے بعد ایسی بے فکری کی نیند سویا ہوں۔ ورنہ گھر پہ تو یہ حال ہوتا ہے کہ رات کو نیند نہیں آرہی ہوتی۔۔۔اور صبح اٹھنا عذاب لگ رہا ہوتا ہے۔'' میں نے ہاتھ سے جمائی روکتے ہوئے اُسے جواب دیا۔

''ابا جی تمہیں رات کو جگانے آئے تھے۔۔۔لیکن تم گہری نیند سو رہے تھے اس لیے انھوں نے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔''اُس کی بات پہ میں نے محض سر ہلا دیا۔

''امی ابا کہاں ہیں۔۔۔؟؟''میں نے ارد گرد نظریں دوڑاتے ہوئے پوچھا۔

''آنٹی اندر نماز پڑھ رہی ہیں اور چاچا ابا کے ساتھ مسجد گئے ہیں۔''ازمینہ نے مجھے تفصیل سے جواب دیا۔اور بر آمدے کی کرسی پہ پڑا جائے نماز اٹھا کے اندر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

میں کچن میں چلا آیا۔پانی کا گلاس بھرا اور وہیں بیٹھ کے پینے لگا۔بھوک بھی شدید لگ رہی تھی۔

واپس کمرے میں آ کے میں نے کھڑکی کھول لی۔۔۔مجھے پہاڑوں پہ اترتی صبح کا منظر ہمیشہ سے بہت پسند تھا۔۔۔ صبح دھیرے دھیرے تاریکی کا سینہ چاک کر کے پہاڑوں پہ اتر رہی تھی۔شہروں میں رہنے والے لوگوں کی صبح سے کتنی مختلف تھی یہ۔۔۔ کتنی پاکیزہ سی۔۔۔

پُر ہجوم شہروں میں تو لوگوں کی صبح چیختی چنگھاڑتی گاڑیوں کی آوازوں سے ہوتی ہے۔کام پہ جانے کی جلدی۔۔۔ہر چیز کی جلدی۔۔۔جیسے بس پلک جھپکتے میں سب کچھ کر لینا چاہتے ہوں۔

اور یہاں وادی پہ اترنے والی صبح۔۔۔ کتنی خاموش۔کتنی پر سکون تھی۔۔۔پرندوں کی خوبصورت آوازیں۔پھولوں کی خوشبو۔۔۔ اور چاروں طرف بکھری خوبصورتی۔۔۔ میں وہیں کھڑکی سے ٹیک لگا کے کھڑا ہو گیا۔

وہاں سے سڑک بھی نظر آتی تھی۔۔۔پٹھان چادروں کی بکل مارے سڑک سے گزر رہے تھے۔۔۔ہوا میں خنکی سی تھی۔۔۔دور سے بہتے دریا کا شور بھی سنائی دے رہا تھا۔۔۔کچھ دیر وہاں کھڑے رہنے کے بعد میں کھڑکی کے پاس سے ہٹ آیا۔اور بیگ سے اپنا موبائل نکال کے دیکھنے لگا۔اس علاقے میں موبائل سروس تو تھی لیکن اتنی اچھی نہیں تھی۔۔۔اور انٹرنیٹ کا تو یہاں کوئی نام و نشان نہیں تھا۔میں کچھ دیر یوں ہی موبائل ہاتھ میں لے کر بیٹھا رہا۔اگر اس وقت میں گھر ہوتا تو صبح ہوتے ہی

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

سب سے پہلا کام موبائل پہ آنے والے میسجز پڑھتا۔۔۔جس دنیا سے میں آیا تھا وہاں کا اب یہی معمول تھا۔۔۔واٹس ایپ۔۔۔فیس بک۔۔۔ٹوئیٹر۔۔۔اور دوسری بیسیوں سوشل سائٹس کے بغیر تو اب زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جاتا تھا۔

لوگوں کی صبح بھی انٹرنیٹ کے ساتھ ہوتی تھی اور رات بھی۔

کچھ دیر کے بعد دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ ابا اور امام جی باتیں کرتے ہوئے گھر میں داخل ہو رہے تھے۔

اب کچن سے بھی کھٹ پٹ کی آوازیں آنے لگی تھیں۔ میں یوں ہی بستر پہ لیٹا رہا۔۔۔اتنا زیادہ سونے کی وجہ سے اب سستی سی ہو رہی تھی۔

اسی اثنا میں ابا کمرے میں داخل ہوئے۔

''کیوں بھئی برخوردار۔۔۔نیند پوری ہو گئی تمہاری۔۔۔؟؟'' ابا میرے ساتھ ہی بستر پہ بیٹھتے ہوئے بولے تو میں بھی اٹھ کے بیٹھ گیا۔

''جی ابا پتا ہی نہیں چلا۔۔۔اتنی دیر سوتا رہا۔۔۔آپ جگا دیتے مجھے۔۔۔''

''ارے نہیں کوئی بات نہیں۔۔۔لمبا سفر انسان کو تھکا دیتا ہے۔'' وہ میرے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولے۔

اکلوتی اولاد ہونے کے بھی بڑے فائدے تھے۔۔۔امی اور ابا۔۔۔دونوں مجھ سے دوستوں جیسا برتاؤ کرتے تھے۔۔۔مجھے کبھی بہن بھائی کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔۔۔ورنہ میرے دوست تو ہر وقت اپنے والد صاحبان کی سخت گیر طبیعت کے ہی رونے روتے رہتے تھے۔۔۔اور بقول اُن کے میں اس دنیا کا خوش قسمت ترین انسان ہوں جس کے والد صاحب اُس کے ساتھ دوستوں کی طرح رہتے ہیں۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

''آؤ بھئی گرما گرم ناشتہ تیار ہے۔۔۔'' امام جی کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولے۔

''کیسی نیند آئی بیٹا۔۔۔کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔۔۔؟؟'' مجھے جاگتے ہوئے دیکھ کے امام جی نے سوال کیا۔ مجھے ہمیشہ سے امام جی کی شخصیت بہت متاثر کرتی تھی۔۔۔اُن کا نرم لہجہ مخاطب کو اپنے سحر میں گرفتار کر لیتا تھا۔

''بہت سکون کی نیند آئی ہے۔۔۔اسی لیے تو سارا دن اور ساری رات سوتا رہا ہوں۔'' میں سر کھجاتا ہوا بولا تو وہ دونوں مسکرا دیے۔

ناشتہ انتہائی لذیذ تھا۔۔۔میں پہلا نوالہ لے کے تعریف کیے بنا نہ رہ سکا۔

''ازمینہ نے بنایا ہے۔۔۔اُس کے ہاتھ میں بھی اپنی ماں والا ذائقہ ہے۔'' امام جی نے کہا۔

امی نے بھی ازمینہ کے ہاتھوں کے بنے خستہ پراٹھوں کی بہت تعریف کی۔

جب ہم ناشتے سے فارغ ہو چکے تو امام جی روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے صحن میں اترنے والے پرندوں کو ڈالنے لگے۔ پرندے ایک ایک کر کے ان کے گھر میں اتر رہے تھے۔یوں جیسے وہ عادی تھے یہاں آنے کے۔۔۔یوں جیسے انہیں معلوم تھا کہ اللہ نے اُن کے رزق کا اہتمام اپنے اس بندے کے گھر میں کیا ہے۔۔۔ امام جی نے غالباً پرندوں کے لیے الگ سے روٹی بنوائی تھی۔

مجھے وہاں پرندوں کو دیکھ کے انہونی سی خوشی ہو رہی تھی۔ مجھے یاد آیا جب میں بہت چھوٹا تھا تو میری دادی ماں یوں پرندوں کو روٹی ڈالا کرتی تھیں۔ پھر ایک روز وہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ پرندے کچھ دن آتے رہے۔ پھر مایوس ہو کے انھوں نے آنا چھوڑ دیا۔

آج برسوں بعد میں پھر سے پرندوں کو اتنے یقین کے ساتھ کسی کے گھر اترتا دیکھ رہا تھا۔

اندر کمرے سے جھاڑو دینے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ازمینہ اب گھر کی صفائی کر رہی تھی۔ جبکہ امی اور ابا چہل قدمی کے لیے گھر سے باہر چلے گئے تھے۔

جب امام جی ساری روٹی ڈال چکے تو کٹورے کو پانی سے بھر دیا اور وہیں صحن میں پڑی چارپائی پہ بیٹھ گئے۔ میں برآمدے میں کھڑا انھیں دیکھ رہا تھا۔ انھوں نے اشارے سے مجھے اپنے پاس بلایا۔

میں اُن کے پاس جا کے چارپائی پہ بیٹھ گیا۔ میری نظر ابھی تک پرندوں پر تھی۔

"انسان بڑا نا شکرا ہے۔ ساری زندگی خدا سے کہتا رہتا ہے۔۔۔ اے خدا تو نے مجھے یہ نہیں دیا۔۔۔ وہ نہیں دیا۔ کبھی دولت کا رونا روتا ہے۔ کبھی شہرت کا۔۔۔ کبھی کامیابی کا۔۔۔ اُسے ناکامیوں کا گلہ کرنا تو یاد رہتا ہے۔ لیکن وہ نعمتوں کا شکر ادا کرنا بھول جاتا ہے۔"

امام جی نے دھیرے دھیرے کہنا شروع کیا۔ اور میں ہمہ تن گوش ہو گیا۔

یقیناً ابا نے انھیں میری سچوایشن کا بتا دیا تھا۔ ابا ہر کسی کے ساتھ پریشانی شیئر نہیں کرتے تھے، اگر انھوں نے امام جی کو یہ سب بتایا تھا تو اس کی کوئی تو وجہ ضرور تھی۔۔۔ اور اگر واقعی امام جی کے پاس میری مشکلات اور میری الجھنوں کا حل تھا تو اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی تھی۔ مجھے تو جواب چاہیے تھے۔۔۔ ان تمام سوالوں کے۔۔۔ جو دن رات میرے سر پہ سوار رہتے اور مجھے اپ سیٹ کرتے۔

امام جی مزید گویا ہوئے۔

"اگر وہ شمار کرنے لگے تو اُسے پتا چلے کہ خدائے بزرگ و برتر کی دی ہوئی نعمتیں۔۔۔ اُن کمیوں سے کہیں زیادہ ہیں جن کا انسان ہر وقت رونا روتا رہتا ہے۔"

"تم نے کبھی اپنی آنکھیں بند کر کے کسی اندھے کا درد محسوس کیا ہے۔؟؟" وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

"نہیں امام جی۔"

"اپنی آنکھیں بند کرو اور صرف ایک لمحے کے لیے سوچو کہ تمہاری پوری زندگی اگر یوں ہی اندھیر ہوتی تو کیا ہوتا۔؟؟"

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

اُن کے کہنے پہ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور شاید لمحے سے بھی پہلے کھول دیں۔

وہ مسکراتے ہوئے مجھے دیکھ رہے تھے۔

"کیا ہوا میاں ارحم۔؟؟ تم نے تو بہت جلدی آنکھیں کھول دیں۔"

"مجھے لگا کہیں سچ مچ۔۔۔" میرے لہجے میں خوف صاف محسوس کیا جا سکتا تھا۔

یہ احساس ہی جان لیوا تھا کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ پاؤں۔

"بیٹے کبھی تم نے اس انسان کے بارے میں سوچا ہے جو دیکھ نہیں سکتا۔۔؟؟ وہ اپنے پیاروں کو دیکھ نہیں سکتا۔ وہ اس دنیا کے خوبصورت نظاروں کو دیکھ نہیں سکتا۔ اُس کے لیے پوری دنیا صرف ایک رنگ میں سمٹ آتی ہے۔۔۔ کالا رنگ۔۔۔ گہرا کالا۔۔۔"

امام جی بول رہے تھے اور میں دم سادھے اُن کی بات سُن رہا تھا۔

"اب تم مجھے بتاؤ۔۔۔ کیا تم نے کبھی اللہ کی اس نعمت پہ اللہ کا شکر ادا کیا ہے۔؟؟"

"مجھے۔۔۔ تو۔۔۔ کبھی خیال ہی نہیں آیا۔۔۔" الفاظ میری زبان سے اٹک اٹک کے نکل رہے تھے۔

میرے جواب پہ انھوں نے دھیرے سے سر ہلا دیا۔

"تم نے کبھی سوچا ہے اگر تم سُن نہ سکو تو کیسا محسوس کرو گے۔؟؟" اب انھوں نے اگلا سوال کیا۔

میں نے اس بار کوئی جواب نہ دیا۔ اور چپ چاپ اُن کی جانب دیکھتا رہا۔

"ہماری گلی میں ایک نوجوان رہتا تھا۔ وہ بہرہ تھا۔ ایک روز سڑک پہ جا رہا تھا جب پیچھے سے تیز رفتار ٹرک آیا جس کی بریک فیل ہو گئی تھی۔ ٹرک ڈرائیور نے بہتیرا شور مچایا لیکن وہ نوجوان سُن سکتا تو ہٹتا نا۔۔۔ اور نتیجتاً وہ کچلا گیا۔"

بات کے اختتام پہ وہ خاموش ہو گئے۔

مجھے دکھ نے آگھیرا۔۔۔کیسے کیسے لوگ تھے۔۔۔جو ان نعمتوں سے محروم تھے۔۔۔وہ نعمتیں جنھیں ہم کچھ سمجھتے ہی نہیں۔۔۔

"کبھی کسی گونگے کا درد محسوس کیا ہے۔؟؟"

میں نے دھیرے سے نفی میں گردن ہلا دی۔

"کبھی سوچا ہے وہ کتنا کچھ بولنا چاہتا ہو گا۔ لیکن بول نہیں پاتا۔۔۔وہ کبھی لوگوں کو سمجھا نہیں پاتا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ کبھی اپنی ماں سے محبت کا اظہار نہیں کر پاتا۔" بولتے بولتے اُن کا لہجہ گلوگیر ہو گیا۔

"بہت عرصہ پہلے میں نے ٹی وی پر ایک لڑکی کے بارے میں خبر سنی تھی جو گونگی تھی۔ کچن میں کام کرتے ہوئے بداحتیاطی کی وجہ سے اُسے آگ لگ گئی گھر پہ اُس کی ماں کے سوا کوئی موجود نہیں تھا۔ اور لڑکی کی ماں اُس وقت سو رہی تھی۔ لڑکی درد کی شدت سے چلانا چاہتی تھی لیکن اُس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلی۔ وہ خود ہی آگ بجھانے کی کوشش کرتی رہی۔ اور اسی اذیت میں اُس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔"

اُس لڑکی کی اذیت کے احساس سے ہی میری زبان گنگ ہو گئی۔

امام جی نے میری طرف دیکھا اور دھیرے سے بولے۔

"تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کے جھٹلاؤ گے۔"

میرا جھکا ہوا سر مزید جھک گیا۔

"آؤ تمہیں ایک انسان سے ملوا کے لاؤں۔۔۔" وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے بھی اُن کی تقلید کی۔

"ازمینہ پتر میں اور ارحم شمشاد خان کے گھر جا رہے ہیں۔۔۔کچھ دیر تک آ جائیں گے۔"

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

ازمینہ اب گیلا کپڑا برآمدے کے فرش پہ لگا رہی تھی۔۔۔وہ اس کام میں پوری طرح مگن تھی۔

"اچھا ابا جی۔۔۔" وہ اپنے کام میں مگن مصروف سے انداز میں بولی۔

گھر سے نکل کے امام جی ایک طرف کو چلتے گئے۔ میں خاموشی سے اُن کے پیچھے چلتا رہا۔ کچے اور ڈھلوانی راستے سے ہوتے ہوئے ہم آگے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ آگے ایک کچا پکا سا مکان تھا۔ پہاڑ کے اوپر ایک طرف بنا سادہ سا مکان۔

گھر کے دروازے پہ پہنچ کے امام جی نے دستک دی۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی نے دروازہ کھولا جو لگ بھگ پچاس برس کا تھا۔ امام جی کو دیکھ کے خوش دلی سے مسکرایا۔

"السلام علیکم امام صیب (صاحب)۔۔۔"

"وعلیکم السلام خان۔۔۔"

اُس کے خوش دلی سے کیے گئے سلام کا امام جی نے مشفقانہ انداز میں جواب دیا۔

وہ مجھ سے بھی یوں بغل گیر ہوا جیسے برسوں کی شناسائی ہو۔

"شمشاد خان میں آج خاص طور پہ بالی سے ملنے آیا ہوں۔" امام جی نے اُس آدمی کو آنے کی وجہ بتائی۔ نہ جانے یہ بالی کون تھا۔

شمشاد خان نے اندر جا کے عورتوں کو پردہ کرنے کا کہا اور پھر ہمیں لے کر گھر کے اندر آ گیا۔ گھر کا صحن چھوٹا سا تھا۔ ایک طرف مٹی کا چولہا تھا۔ جس میں لکڑیاں ابھی تک سلگ رہی تھیں۔ ہم صحن میں رکھی چارپائی پہ بیٹھ گئے۔ وہیں پاس ایک نوعمر لڑکا بھی بیٹھا تھا۔ اس نے ہمیں دیکھ کے نہ تو سلام کیا تھا اور نہ ہی شمشاد خان کی طرح کسی گرم جوشی کا اظہار کیا تھا۔ وہ لکڑیوں کو جوڑ رہا تھا۔ سب لکڑیاں جوڑتا اور جوڑ کے پھر الگ الگ کر ڈالتا۔ وہ اس کام میں پوری طرح مگن تھا۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

''بالی امام صیب (صاحب) تم کو ملنے کے واسطے آیا ہے۔'' شمشاد خان نے اُس نو عمر لڑکے کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کے پیار سے کہا۔

بالی نے ذرا کی ذرا نگاہ اُٹھا کے دیکھا اور پھر لکڑیاں چھوڑ کے ہماری طرف چلا آیا۔ قریب آ کے اُس نے امام جی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ امام جی نے اُس کے ساتھ ہاتھ ملایا اور میرے اور اپنے درمیان جگہ بنا کے بٹھا لیا۔

''اس سے بھی سلام لو بالی۔ یہ ہمارا مہمان ہے۔'' امام جی بالی کو میری طرف متوجہ کرتے ہوئے بولے۔

بالی نے مجھے بغور دیکھا اور پھر اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ مجھے بالی کی حرکت میں عدم توازن محسوس ہو رہا تھا۔

وہ کچھ دیر یوں ہی ہمارے درمیان بیٹھا سر ہلاتا رہا۔ اور پھر اچانک سے اُٹھ کے اندر بھاگ گیا۔

کچھ دیر شمشاد خان کے ساتھ باتیں کرنے کے بعد امام جی جانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

شمشاد خان نے بہت اصرار کیا کہ ہم اُس کے گھر سے قہوہ پی کے جائیں لیکن امام جی نے اُسے بتایا کہ ہم ابھی ناشتہ کر کے نکلے ہیں۔ شمشاد خان کو اس بات پہ بہت شرمندگی ہو رہی تھی کہ میں نے اُس کے گھر سے کچھ نہیں کھایا۔ اور پھر جب تک میں نے اُسے دوبارہ آنے کی یقین دہانی نہ کروا دی اُس نے مجھے وہاں سے نکلنے نہیں دیا تھا۔

مجھے یاد آ رہا تھا وہاں شہروں میں اگر یوں کوئی مہمان بغیر بتائے آ جاتا تو میزبان کس طرح موڈ خراب کر لیتے تھے۔ کہ آنے والا شرمندہ ہو جاتا تھا۔ اور پھر میزبان کی پوری کوشش ہوتی کہ مہمان کھانے کے وقت سے پہلے ہی رخصت ہو جائے۔ مہمان کے آنے پہ اور کچھ بنائیں یا نہ بنائیں۔۔۔ منہ ضرور بنا لیتے ہیں۔ لیکن ان پہاڑوں میں ابھی بھی مہمان نوازی کی روایت برقرار ہے۔ اور مہمان کو خدا

کی رحمت سمجھ کے اس کی قدر کی جاتی ہے۔

"بالی کا دماغی توازن ٹھیک نہیں ہے۔ شمشاد خان کا اکلوتا بیٹا ہے۔ خود سے کوئی کام نہیں کر سکتا۔ کوئی کھانا کھلا دے تو کھالیتا ہے۔ جب جہاں نیند آئے وہیں سو جاتا ہے۔"

امام جی نے بتایا تو میرے ذہن میں گورے چٹے بالی کا چہرہ گھوم گیا۔

اب ہم پہاڑی سے نیچے اتر رہے تھے۔ امام جی آگے آگے تھے اور میں ان کے پیچھے چل رہا تھا۔

"ارحم بیٹا دنیا میں کتنے لوگ ہیں جن کا دماغی توازن ٹھیک نہیں ہے۔ جو دنیا میں آ کے صرف کھاتے ہیں سوتے ہیں اور ایک دن مٹی کی چادر اوڑھ لیتے ہیں۔ وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اپنی زندگی کو کسی ترتیب کے مطابق نہیں گزار سکتے۔ کوئی خواب نہیں دیکھتے۔۔۔ کوئی خواہش نہیں کرتے۔ دماغی معذوری ان کی پوری زندگی کو مفلوج بنا دیتی ہے۔"

مجھے یاد آ رہا تھا جب میں چھوٹا تھا تو امی مجھے اپنی پھوپھی کی طرف لے کے جایا کرتی تھیں جن کا ایک بیٹا پاگل تھا۔ ہم سارے بچے اُسے پاگل پاگل کہہ کے ستایا کرتے تھے۔ امی بہت سمجھاتیں کہ کسی کا مذاق نہیں اُڑاتے لیکن ہم کہاں باز آتے تھے۔ اُسے اتنا ستاتے کہ وہ رونے لگتا تھا اور وہ اونچا لمبا نوجوان اپنی ماں کی گود میں منہ چھپا کے روتا ہوا سو جاتا تھا۔

نہ جانے اُس کا نام کیا تھا۔۔۔ پتا نہیں اب تک زندہ بھی تھا یا نہیں۔ لیکن آج مجھے یاد آ رہا تھا۔۔۔ آج میں دل سے اُس کے درد کو محسوس کر رہا تھا۔

"زندگی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ آئے روز ان گنت واقعات ہوتے ہیں جن میں لوگ عمر بھر کے لیے چلنے پھرنے سے معذور ہو جاتے ہیں۔ لیکن ہم نصیحت نہیں پکڑتے۔ ہم ہر روز جب صبح آنکھ کھولتے ہیں تو ہمیں وہ تمام چیزیں یاد ہوتی ہیں جو خدا نے ہمیں نہیں دیں۔۔۔ بس ہمیں شکر کرنا یاد نہیں رہتا۔۔۔ ہمیں یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ ہر صبح خدا ہمیں ایک نئی زندگی دیتا ہے۔ ایک نیا موقع دیتا

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

ہے۔۔۔توبہ کرنے کا۔۔۔گناہ چھوڑنے کا۔۔۔اور خدا کی طرف پلٹ جانے کا۔۔۔"

امام جی کی باتیں میرے دل میں گھر کر رہی تھیں۔

"اللہ نے اپنی پاک کتاب میں فرمایا ہے کہ۔۔۔" جو شکر کرتا ہے۔۔۔اُسے اور زیادہ دیا جاتا ہے۔"

شکر اسے کہتے ہیں جب آدمی کے پاس بس ایک وقت کا کھانا ہو اور وہ اُس پہ بھی اپنے رب کا شکر ادا کرے اور اُس کا شکر گزار بندہ بن کے رہے۔

"السلام علیکم امام صاحب۔۔۔" پاس سے گزرتے بچے نے امام جی کو سلام کیا اور مجھے حیرت سے دیکھا۔ بیگ کاندھے سے لٹکائے وہ یقیناً سکول جا رہا تھا۔

"وعلیکم السلام میرے بیٹے۔۔۔جیتے رہو۔۔۔خوب دل لگا کے پڑھنا۔۔۔" امام جی نے اُس کے سر پہ شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اور اُس کے جانے کے بعد وہیں سے سلسلہ کلام جوڑا۔

"اور کی ہوس انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتی۔ انسان کو ایک چیز مل جاتی ہے اور پھر اُسے کچھ اور چاہیے ہوتا ہے۔ وہ تھوڑے پہ اکتفا نہیں کرتا۔۔۔ہمیشہ مزید کی طلب اُسے بے چین رکھتی ہے۔ اور پھر ایک دن اپنی لامحدود خواہشوں کے پیچھے بھاگتا وہ قبر میں پہنچ جاتا ہے۔ خوابوں کے گرداب میں پھنسا وہ بھول جاتا ہے کہ عمر کی پونجی گھٹتی جا رہی ہے۔"

اور یاد رکھنا میرے بچے۔۔۔

"جب ہم شکر ادا نہیں کرتے تو ہمیں اپنی زندگی کی اچھی چیزیں بھی بری لگنے لگتی ہیں۔۔۔اور سکون حاصل نہیں ہوتا۔۔۔لیکن جب ہم شکر ادا کرتے ہیں تو پھر ہمیں اپنی زندگی کی قابلِ قبول چیزیں بھی اچھی لگنے لگتی ہیں۔۔۔اور سکون رحمت بن کے برستا ہے۔"

امام جی نے بات کے اختتام پہ میرے کندھے پہ تھپکی دی۔ گھر آ چکا تھا۔ میں گہری سوچ میں گم

تھا۔

امام جی نے مجھے پہلا سبق پڑھا دیا تھا۔۔۔پہلا کلمہ پڑھا دیا تھا۔۔۔شکر کا کلمہ۔۔۔

شکر۔۔۔جو کرتا ہے اُسے اور نوازا جاتا ہے۔

جو نہیں کرتا۔۔۔اُسے محروم کر دیا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

محبت اور معاشرہ

گزشتہ روز کے ابر آلود موسم کے برعکس آج مطلع صاف تھا۔۔۔اور سورج پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ چمکیلی دھوپ نے وادی کا حسن دوبالا کر دیا تھا۔ امام جی مجھے لے کے جھرنے پہ چلے آئے۔ اور اس وقت ہم دونوں ایک بڑے سے پتھر پہ بیٹھے تھے۔ میں نے اپنے پاؤں جھرنے کے ٹھنڈے پانی میں ڈال رکھے تھے۔

بہتے پانی کی آواز کے علاوہ ہر سمت خاموشی تھی۔ میں اور امام جی۔۔۔دونوں ہی اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے۔

"ارحم بیٹا ایک بات پوچھوں۔۔۔؟؟" امام جی مجھے متوجہ کرتے ہوئے بولے۔

"جی پوچھیے امام جی۔۔۔" میں نے مؤدب انداز میں کہا۔

"کبھی کسی سے محبت کی ہے۔۔۔؟؟" امام جی کے اچانک سوال پہ میں چونک گیا۔

"جی امام جی۔۔۔" میں نے سر جھکاتے ہوئے اعتراف کیا۔ یوں جیسے میرا کوئی جرم پکڑا گیا ہو۔

"کون تھی وہ۔۔۔؟؟" انھوں نے اگلا سوال کیا۔

"کالج میں ساتھ پڑھتی تھی۔۔۔مجھے اچھی لگنے لگی۔۔۔سوچا نکاح کے پاک بندھن میں باندھ لوں۔ لیکن قسمت میں ہی ساتھ نہیں لکھا تھا۔"

"لیکن آپ کو کیسے پتا چلا امام جی کہ مجھے کسی سے محبت ہوئی۔۔۔؟؟" دھیمے لہجے میں بتاتے ہوئے آخر میں۔۔۔میں نے حیرت سے پوچھا۔

''محبت ایسا درد ہے بیٹے۔ جسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔۔۔ یہ دیکھنے والے کو آپ کے چہرے پہ صاف دکھائی دے جاتا ہے۔''

''محبت کو محرم کیوں نہیں بنا لیا۔۔۔؟؟ اُسے اپنا کیوں نہیں بنا لیا۔۔۔؟'' امام جی نے میری طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

سوال ایسا تھا کہ پرانے زخم رِسنے لگے تھے۔

''امی ابا تو میری خوشی کی خاطر مان گئے تھے لیکن اُس کے والدین نے انکار کر دیا۔''

''بس اللہ کو منظور نہیں تھا۔۔۔'' میں نے وہی دلیل دی جو ہم سب مسلمان اپنی ناکامیوں پہ پردہ ڈالنے کے لیے دیتے ہیں۔

''غیر مسلم تھی۔۔۔؟؟'' اُن کے اگلے سوال پہ میں نے جھٹکے سے سر اُٹھایا۔

''نہیں نہیں امام جی مسلمان گھرانے سے تعلق تھا۔ بس ذات برادری کا مسئلہ تھا۔ اس لیے۔۔۔''

''پھر یہ تو نہ کہو کہ اللہ کو منظور نہیں تھا۔''

''اللہ کو ہی منظور نہیں تھا۔۔۔ راتوں کو جاگ جاگ کے اسے مانگا۔۔۔ جن دعاؤں میں رب سے رب کو مانگنا چاہیے، اُن میں بھی میں نے رب سے اُسے مانگا۔ سجدوں میں رو رو کے کہا کہ اے اللہ اپنی اس پوری کائنات میں سے صرف ایک انسان کو میرا بنا دے۔ ایک جائز رشتے کے لیے دعا مانگی تھی۔ اپنے رب سے ایک جائز خواہش کا اظہار کیا تھا۔۔۔ لیکن خدا نے میری کوئی دعا نہیں سنی۔۔۔ خدا نے مجھے خالی ہاتھ لوٹا دیا۔'' میرے لہجے میں شکوے بول رہے تھے۔

امام جی کی پُر سوچ نظریں میرے چہرے پہ جمی تھیں۔

''سب قصور اللہ کے کھاتے میں ڈال دیے۔۔۔ کیا اللہ نے کہا تھا انسانوں سے کہ ذات برادریاں

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

بناؤ؟؟ کیا اللہ نے کہا تھا کہ فرقوں میں بٹ جاؤ۔۔۔؟؟"

"کیا بچپن سے تمہیں یہ نہیں پڑھایا جاتا رہا کہ اللہ کی نظر میں سب برابر ہیں۔ گورے، کالے، عربی، عجمی۔۔۔سب برابر۔۔۔"

"لوگوں نے معاشرے میں غلط روایات کو اتنا پروان چڑھا دیا ہے کہ اب انھیں فرض سمجھا جانے لگا ہے۔ لوگوں نے اپنا اسلام بنا لیا ہے۔۔۔میرے اللہ کا اسلام ایسا نہیں ہے۔ اللہ نے انسان کی مرضی کو فوقیت دی ہے۔ اللہ نے تو قرآن اور حدیث میں کہیں نہیں لکھا کہ ذات برادری کے باہر شادی کرنے والا دین سے خارج ہے۔۔۔یا گنہگار ہے۔۔۔اسلام میں تو نکاح ہوتا ہی اُس وقت ہے جب لڑکا اور لڑکی اعتراف کریں کہ اُنھیں نکاح قبول ہے۔ انھیں دل سے اپنا جیون ساتھی قبول ہے۔ اور وہ اس کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزارنے کے لیے راضی ہیں۔ لیکن اب شادیاں زور زبردستی کی جا رہی ہیں۔ والدین ایموشنل بلیک میلنگ کر کے بچوں پہ اپنی مرضی مسلط کرتے ہیں۔ اور نتیجہ کیا نکلتا ہے کہ یا تو کچھ عرصے کے بعد طلاق ہو جاتی ہے اور اگر کسی وجہ سے رشتہ قائم بھی رہے۔ تو اُس میں وہ محبت اور جذبات باقی نہیں رہتے۔ بلکہ کسی بوجھ کی طرح رشتہ نبھایا جاتا ہے۔ جس سے نہ صرف بچوں کی زندگیاں متاثر ہوتی ہیں۔ بلکہ وہ دو انسان معاشرے کے لیے بھی کسی قابل نہیں رہتے کیونکہ گھر تو سکون کی جگہ ہے اور اگر آپ کو اپنے گھر میں ہی خوشی اور سکون حاصل نہیں تو آہستہ آہستہ عملی زندگی میں آپ کی کارکردگی متاثر ہونے لگتی ہے اور پھر ایک دن آپ معاشرے کے لیے بالکل ناکارہ ہو جاتے ہیں۔"

میں سر جھکائے امام جی کی بات سُن رہا تھا۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر تمام لوگ اس بات کو سمجھ پاتے۔

"رسم و رواج کتنے ہی اہم کیوں نہ ہوں۔۔۔لیکن وہ لوگوں سے اور لوگوں کی خوشیوں سے زیادہ اہم نہیں ہوتے۔"

"بالکل صحیح کہا آپ نے امام جی۔۔۔" میں نے جھرنے کے صاف پانی پہ نظریں جمائے جواب

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

دیا۔

"کیا ابھی بھی رابطہ ہے اُس لڑکی کے ساتھ۔۔۔؟؟" کچھ دیر کے بعد امام جی نے پوچھا۔

"نہیں امام جی۔۔۔جب جائز اور مضبوط تعلق ہی نہیں بن سکا تو۔۔۔یہ۔۔۔محبت جیسا کمزور تعلق بھی نبھا کے کیا کرنا تھا۔۔۔ویسے بھی محبت کو اگر نکاح کے بندھن سے باندھ کے پاک نہ کیا جائے۔۔۔تو یہ آپ کو گنہگار ہی کرتی ہے۔" میں نے افسردگی سے کہا۔

"اور اگر رابطے نہ رہیں تو لوگوں کو ایک دوسرے کے بغیر رہنے کی عادت تو ہی جاتی ہے۔"

"شاباش میرے بچے۔۔۔تم نے درست فیصلہ کیا۔۔۔ویسے بھی زخموں کو بار بار چھیڑنے سے وہ رِسنے لگتے ہیں۔۔۔اس لیے کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے لیے اور دوسروں کے لیے زندگی مشکل نہ بنائیں۔۔۔" امام جی نے میرے کندھے پہ ہاتھ رکھ کے تسلی آمیز انداز میں کہا تو میں بے دلی سے مسکرا دیا۔۔۔

"فیصلہ بھلے ہی درست تھا۔۔۔لیکن اُسے کرتے ہوئے میں جس اذیت سے گزرا تھا۔۔۔وہ شاید میرے علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔"

"لیکن یہ بات بھی سچ ہے کہ۔۔۔جب دو لوگوں کے درمیان بغیر کسی جائز رشتے کے محبت ہو۔ تو وہ محبت نہیں ہوتی۔۔۔وہ شیطان ہوتا ہے۔۔۔جو خوشنما شکل میں انسان کو ورغلاتا ہے۔۔۔"

"محبت ہو جائے تو گناہ نہیں، لیکن اگر محبت میں زبان سے ایسے لفظ نکالے جائیں۔۔۔یا ایسے اعمال کیے جائیں۔۔۔جس سے معاشرے میں شر پھیلنے کا خدشہ ہو۔۔۔پھر محبت گناہ بن جاتی ہے۔ پھر خدا کی طرف سے پکڑ بھی ہوتی ہے اور سزا بھی ملتی ہے۔۔۔دکھ کی صورت۔۔۔ذہنی اذیت کی صورت۔۔۔"

سورج کی کرنیں جھرنے کے پانی پہ پڑ کے منعکس ہو رہی تھیں۔ میں پانی میں چھوٹے چھوٹے کنکر

چھینک کے دائرے بنتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ کنکر پھینکنے سے پانی میں ارتعاش پیدا ہوتا۔۔۔ لیکن کچھ ہی لمحوں میں پانی پھر پہلے جیسا ہو جاتا۔۔۔

"ہماری زندگیوں میں بھی تو ایسا ہی ہوتا ہے۔۔۔ بھلے ہی کسی وجہ سے ہم اندرونی طور پہ کتنے ہی ڈسٹرب ہو جائیں۔۔۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ۔۔۔ سکون کی حالت واپس آ ہی جاتی ہے۔۔۔ زندگی ایک ڈگر پہ چل ہی پڑتی ہے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

جو چاہا وہ کیوں نہ پایا

شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔ اور ایک مخصوص اداسی نے ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ پہاڑی علاقوں میں رات کے وقت ٹھنڈ بہت بڑھ جاتی ہے۔ اس وقت بھی دھند ہر شے پر چھائی ہوئی تھی۔ سردی کی شدت میں اضافہ ہو گیا تھا۔ میں ،ابا اور امام جی ابھی کچھ دیر پہلے ہی مغرب کی نماز ادا کر کے آئے تھے۔ اور اب انگیٹھی کے لیے آگ جلا رہے تھے۔ سوکھی لکڑیوں کے چٹخنے کی آواز آ رہی تھی۔ اور چنگاریاں نکل نکل کے فضا میں گم ہو رہی تھیں۔ میں آگ پہ نظریں جمائے اپنی ہی سوچ میں گم تھا۔ لکڑیاں دھیرے دھیرے راکھ اور کوئلوں میں تبدیل ہو رہی تھیں۔

ازمینہ ناشتے کے لیے آٹا گوندھ رہی تھی۔ کبھی کبھی میرا دل چاہتا۔۔۔ پھر سے بچپن کی طرح اُس کے ساتھ پہاڑوں میں جانے کو۔۔۔اور خوب شرارتیں کرنے کو۔۔۔ لیکن ظاہر ہے۔۔۔اب یہ ممکن نہیں تھا۔

امام جی لکڑیوں کو ہلا جلا کے چیک کر رہے تھے۔ دھواں سا اٹھتا اور آگ کو اور تیز کر دیتا۔ ابا ابھی ابھی اُٹھ کے اندر گئے تھے۔ وہ یہاں آ کر بہت خوش تھے۔ امام جی کے ساتھ اُن کی خوب بنتی تھی۔ دونوں پہروں باتیں کرتے رہتے۔۔۔ لیکن نہ جانے اُن کی کون سی باتیں تھیں جو ختم ہی نہیں ہوتی تھیں۔

”امام جی میں اکثر سوچتا ہوں کہ انسان جو چاہتا ہے ،وہ اُسے کیوں نہیں ملتا۔ اور جس چیز کی خواہش نہیں کرتا وہ چیز پکے ہوئے پھل کی طرح جھولی میں آ گرتی ہے۔“میں نے دل میں اٹھتے ایک

سوال کو لفظوں کا جامہ پہنایا۔

میرے سوال پہ امام جی نے ہنکارا بھرا۔ اور پھر اُن کی آواز گھمبیر خاموشی میں گونجی۔

"تم نے سقراط کے بارے میں تو سنا ہو گا۔"

"جی جی بالکل۔۔۔بہت عظیم فلاسفر تھا۔۔۔" میں نے فوراً جواب دیا۔

"ایک روز اُس کے پاس ایک نوجوان آیا اور کہنے لگا کہ میں حکمت اور دانائی پانا چاہتا ہوں، آخر میں ایسا کیا کروں کہ میری یہ خواہش پوری ہو جائے۔" امام جی آگ پہ نظریں جمائے بولے۔

"سقراط نے اُسے اپنے پیچھے آنے کو کہا۔ وہ اُسے دریا کنارے لے گیا اور پانی میں آگے ہی آگے بڑھتا گیا۔۔۔ وہ نوجوان بھی اُس کے پیچھے پانی میں اترتا گیا۔ یہاں تک کہ پانی ان دونوں کے کندھوں کو چھونے لگا۔"

"اچانک سقراط نے اُس نوجوان کو پکڑا اور اُس کا سر پانی میں دے دیا۔ نوجوان چلانے لگا۔ اور خود کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگا لیکن سقراط نے مضبوطی سے اس کا سر پانی میں دیے رکھا۔ یہاں تک کہ نوجوان کا سانس اکھڑنے لگا۔"

قصہ دلچسپ تھا میں پوری توجہ سے سن رہا تھا۔

پھر سقراط نے اُس کا سر پانی سے باہر نکالا۔۔۔ نوجوان نے چند گہرے سانس لے کے اپنا تنفس بحال کیا اور غصے سے بولا۔۔۔ "کیا تم مجھے مارنے کا ارادہ رکھتے ہو۔۔۔؟؟"

"اگر مارنے کا ارادہ ہوتا تو پانی سے باہر نہ نکالتا۔" سقراط نے سکون سے جواب دیا۔

"پھر اس سب کا کیا مقصد تھا۔۔۔؟" نوجوان نے درشتی سے پوچھا۔

"تمہیں یہ سمجھانا تھا کہ جس دن تمہاری خواہش اتنی شدید ہو جائے گی جتنی اس وقت تم ہوا میں سانس لینے کی کر رہے تھے، اُس وقت تم حکمت اور دانائی پا لو گے۔"

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

"تو ارحم میاں۔۔۔ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم چاہتے کچھ اور ہیں۔۔۔سوچتے کچھ اور ہیں۔۔۔اور محنت کسی اور چیز کے لیے کر رہے ہوتے ہیں۔۔۔اس لیے نتیجتاً ہماری خواہشیں ادھوری رہ جاتی ہیں۔"

"واقعی۔۔۔امام صاحب آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" میں نے پُر سوچ انداز میں کہا۔

"اس لیے اگر کچھ پانا ہو تو ہاتھ دھو کے اُس کے پیچھے پڑ جاؤ۔۔۔مجال ہے جو خود یہ کائنات بھی تمہیں اُس سے محروم رکھ پائے۔"

"لیکن امام جی۔۔۔قسمت کا بھی تو عمل دخل ہوتا ہے۔۔۔بعض اوقات تقدیر بھی تو آڑے آ جاتی ہے۔" میں نے ایک اہم نکتہ اُن کے سامنے رکھا۔

"قسمت اور تقدیر۔۔۔محض انھی کی کیوں خراب ہوتی ہے جو محنت نہیں کرتے۔۔۔اُن کی کیوں نہیں خراب ہوتی جو کامیاب ہو جاتے ہیں۔"

"کیونکہ بیٹا۔۔۔قسمت کا رونا رو کے انسان صرف اپنی ناکامیوں پہ پردہ ڈالتے ہیں۔ورنہ یہ خود انسان کے اپنے ہاتھ میں ہوتی ہے۔۔۔چاہو تو سنوار لو۔۔۔چاہو تو بگاڑ دو۔"

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"انسان کو وہی کچھ ملتا ہے، جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔"

امام جی ٹھیک کہہ رہے تھے۔واقعی کامیاب لوگ تو کبھی نہیں کہتے کہ ان کی قسمت کی وجہ سے انھیں کامیابی ملی۔۔۔بلکہ کامیاب لوگوں کو تو یہی کہتے سنا تھا کہ ہم اپنی محنت سے اس مقام پہ پہنچے ہیں۔ ہاں صرف ناکام ہو جانے والوں کو ہی قسمت کا رونا روتے دیکھا تھا۔

خود میں بھی تو ایسے ہی کرتا تھا۔۔۔جب کامیابیاں ملتی تھیں تو کہتا تھا۔۔۔سب میری محنت کا نتیجہ ہے۔۔۔اور جب ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا تو سارے الزام قسمت کے کھاتے میں ڈال دیتا تھا۔

امام جی بغور میرے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہے تھے۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

"اللہ انسان کی جائز خواہشات کبھی تشنہ نہیں رہنے دیتا۔۔۔ اور بعض اوقات جنھیں ہم خواہشیں سمجھ بیٹھتے ہیں۔۔۔ وہ خواہشیں نہیں۔۔۔ آزمائشیں ہوتی ہیں۔" امام جی نے میرے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو میں نے محض سر ہلا دیا۔

"اور ایک بات ہمیشہ کے لیے ذہن نشین کر لو۔۔۔" وہ مزید گویا ہوئے۔

"جب اللہ تم سے کچھ لے لے۔۔۔ تو رونے اور شکوہ کرنے کی بجائے۔۔۔ کچھ روز کے لیے صبر کر لینا۔۔۔ پھر تم پہ حقیقتیں آشکار ہوں گی۔۔۔ حکمتیں کھلیں گی۔۔۔ اور تم جان جاؤ گے کہ اسی میں تمہاری بھلائی تھی۔۔۔ پھر تمہارا شکوہ۔۔۔ شکر میں بدل جائے گا۔۔۔ اور بے شک جو اللہ جانتا ہے۔۔۔ تم نہیں جانتے۔۔۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

آئی ایم ناٹ گوگل

عشاء کی نماز کے بعد امام جی نے دعا کروائی اور آمین کہہ کے دونوں ہاتھ چہرے پہ پھیر لیے۔

میں کافی دنوں سے دیکھ رہا تھا عشاء کے بعد لوگ شرعی معاملات کے بارے میں امام جی سے مختلف سوال کرتے تھے اور رہنمائی حاصل کرتے تھے۔

انسان کو ہر دور میں رہنمائی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور خدا ہر دور میں انسان کی رہنمائی کا سامان کرتا رہا ہے۔۔۔ کبھی اپنے پیغمبروں کے ذریعے اور کبھی اپنے نیک بندوں کے ذریعے۔

میں اپنی انھی سوچوں میں گم تھا جب ایک آدمی کے شریعت کے متعلق کیے گئے سوال پہ امام جی خاموش ہو گئے۔

کچھ آدمی جو وہاں بیٹھے تھے وہ امام جی کی طرف متوجہ تھے۔۔۔ سوال پوچھنے والا بھی جواب کے انتظار میں امام جی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جبکہ امام جی یوں جیسے خاموشی سے کچھ سوچ رہے تھے۔

"اس سوال کا جواب تو مجھے بھی نہیں معلوم۔۔۔ میں اس کا جواب تلاش کر کے آپ کو جلد ہی آگاہ کروں گا۔" امام جی نے مناسب لفظوں میں معذرت کی اور پھر محفل برخاست ہو گئی۔

میرے ذہن میں ایک ہی سوال گردش کر رہا تھا کہ آخر معذرت کرتے ہوئے امام جی کے چہرے پہ شرمندگی کیوں نہیں تھی۔ کیونکہ میں نے تو یہی دیکھا تھا کہ جب کسی علم والے سے سوال کیا جائے اور اُسے جواب نہ معلوم ہو پھر بھی وہ جواب دینے کی کوشش کرتا ہے چاہے اُسے خود اُس جواب کے صحیح ہونے کا پورا یقین نہ بھی ہو۔۔۔ صرف اس لیے کہ وہ شرمندگی سے بچ سکے۔ لیکن ایسی کسی

شرمندگی کا شائبہ بھی امام جی کے چہرے پہ نہیں تھا۔ بلکہ اُن کے چہرے پہ وہی ازلی سکون تھا جو اُن کی شخصیت کا خاصہ تھا۔

جب ہم مسجد سے نکلے تو ہر طرف خاموشی کا راج تھا۔ پہاڑی علاقوں میں تو ویسے بھی رات بہت جلد ہو جایا کرتی ہے۔ راستے میں اِکّا دُکّا ہی لوگ تھے۔ میں نے گرم چادر اچھی طرح اپنے گرد لپیٹ لی۔ ہم یوں ہی اونچے نیچے راستوں پہ احتیاط سے قدم رکھتے گھر کی طرف رواں دواں تھے جب میں نے اپنے ذہن میں کلبلاتے سوال کو زبان دی۔

میری بات سن کے امام جی مسکرائے۔ وہی شفیق سی مہربان مسکراہٹ۔۔۔

"آئی نو مینی تھنگس۔۔۔ بٹ آئی ایم ناٹ گوگل۔۔۔ (میں بہت سی باتیں جانتا ہوں۔۔۔ لیکن میں گوگل نہیں ہوں۔۔۔)"

ارحم میاں تمہیں زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔۔۔ ہمارے گاؤں کے پاس سے نہر گزرتی تھی۔ اور میں ہر روز دوپہر کو وہاں نہر کنارے درختوں کی چھاؤں میں بیٹھ کے پڑھا کرتا تھا۔ خاموشی اور سکون میں درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں تلے بیٹھ کے پڑھنا مجھے بہت اچھا لگتا تھا۔

ایک دوپہر ایسے ہی وہاں بیٹھا پڑھ رہا تھا کہ گاؤں کے ایک بزرگ قریب سے گزرے۔۔۔ مجھے پڑھتے دیکھ کر پاس چلے آئے اور پوچھنے لگے۔۔۔ کیوں میاں کیا پڑھ رہے ہو۔۔۔؟؟ کس جماعت میں ہو۔۔۔؟؟ اور اس طرح کے دیگر سوال۔۔۔ میں نے انھیں تسلی سے سب سوالوں کے جواب دیے۔ وہ وہیں میرے پاس بیٹھ گئے۔۔۔ اور مجھ سے مختلف موضوعات کے بارے میں سوال کرنے لگے۔۔۔ ایک سوال پہ میں خاموش ہو گیا۔۔۔ مجھے اُس کا جواب معلوم نہیں تھا۔ میں نے سر جھکا کے شرمندگی سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔۔۔ وہ بزرگ افسوس سے کہنے لگے کہ میاں میں تو تمہیں بہت پڑھا لکھا اور قابل انسان سمجھتا تھا۔۔۔ تمہیں تو کچھ معلوم ہی نہیں۔ اور پھر وہ وہاں سے اٹھ کے چلے گئے۔ میں جانتا تھا اب وہ یہ

https://paksociety.com https://paksociety.com

بات سب کو بتائیں گے۔

میں بہت دل برداشتہ ہو گیا۔ میرا گاؤں والوں کے سامنے اچھا خاصا امیج بنا ہوا تھا۔ اور اب یہ بزرگوار اُس امیج کو خراب کرنے والے تھے۔

اگلے روز جب میں اسکول گیا تو اپنے ریاضی کے استاد سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ ہمارے ریاضی کے استادِ محترم دوسرے تمام اساتذہ سے بہت مختلف تھے۔۔۔وہ صرف کورس کی کتاب نہیں پڑھاتے تھے۔۔۔بلکہ زندگی کے ہر معاملے میں ہماری رہنمائی کیا کرتے تھے۔ ہمیں جو بھی مسئلہ درپیش ہوتا۔۔۔کوئی بھی الجھن ہوتی، ہم سب طالب علم بلا جھجھک اُن سے رجوع کرتے۔ اور اُن کے سمجھانے کا انداز ایسا ہوتا تھا کہ بات سیدھی دل میں اتر جایا کرتی تھی۔

میری بات سننے کے بعد استاد صاحب نے مجھ سے کہا کہ دیکھو بیٹا۔۔۔تم چاہے کتنا بھی علم حاصل کر لو۔۔۔کتنی بھی ترقی کر لو۔۔۔پھر بھی تم سے آگے ضرور کچھ لوگ ہوں گے۔۔۔انسان کبھی بھی عقلِ کل نہیں ہو سکتا۔ انسان کے پاس ہر سوال کا جواب نہیں ہو سکتا۔ اور اس میں ایسی شرمندگی والی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے ایک جگہ پڑھا تھا کسی دانشور کا قول ہے۔۔۔

"میں بہتوں سے بہت ہوں، مگر بہتوں سے بہت نہیں"۔

اس لیے جب کوئی تم سے ایسی بات پوچھے جس کے بارے میں تم نہیں جانتے تو اچھے انداز میں معذرت کر لو۔ لیکن بعد میں خود سے اُس کا جواب تلاش ضرور کرو تا کہ کبھی کوئی دوبارہ وہ سوال کرے تو تمہیں جواب معلوم ہو۔

سورۃ یوسف میں اللہ پاک فرماتا ہے:۔

"ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے، یہاں تک کہ یہ سلسلہ خدا تک جا پہنچتا ہے۔"

اور ایک بات پہ ہمیشہ عمل کرنا۔۔۔"کل کو اگر کوئی تمہارے سامنے کسی بات کا جواب نہ دے

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

پائے تو اُسے کم عقل مت سمجھنا۔"

بس ارحم بیٹا۔۔۔میں نے اپنے استاد کی باتیں پلے سے باندھ لیں۔ وہ دن اور آج کا دن۔۔۔میں یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا کہ۔۔۔"میں نہیں جانتا۔۔۔"

"واہ بھئی۔۔۔کیا خوب قصہ سنایا ہے۔۔۔" ابا جو خاموشی سے امام جی کی بات سن رہے تھے، بات کے اختتام پہ بولے۔

گھر آ چکا تھا۔ امام جی نے دروازہ دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا۔۔۔اور ہم اندر داخل ہو گئے۔

ہر گزرتے دن کے ساتھ میرے ذہن کی گرہیں بھی کھلتی جا رہی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

یادوں کا رقص

آج صبح ہی سے آسمان پہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ اور موسم بہت خوشگوار ہو رہا تھا۔ ازمینہ امی کی فرمائش پہ پکوڑے بنا رہی تھی۔ پکوڑوں کی مخصوص خوشبو سارے گھر میں پھیلی ہوئی تھی۔ اور پکوڑے تلنے کی آواز بھی آ رہی تھی۔

امی کے پاس صحن میں کوئی پٹھان عورت بیٹھی تھی۔ آس پاس کی عورتوں کے ساتھ چند ہی دنوں میں امی کی بہت دوستی ہو گئی تھی۔ پتا نہیں یہ عورتیں۔۔۔ اتنے کم وقت میں اتنی گہری دوستی کیسے کر لیتی ہیں۔ بیشتر عورتیں اردو بولنا نہیں جانتی تھیں۔۔۔ لیکن پھر بھی وہ بہت شوق سے امی سے ملنے آ جاتی تھیں۔ اور ازمینہ اس وقت ترجمان کا کردار ادا کرتی۔ پٹھان عورت جو بھی کہتی۔۔۔ وہ اردو میں امی کو بتاتی۔۔۔ اور امی جو جواب دیتیں وہ اُسے پشتو میں اُس عورت سے بیان کر دیتی۔۔۔ اور میں سوچتا تھا کہ آخر بات کرنے کی اتنی مجبوری ہی کیا ہے۔

جب پکوڑے بن چکے تو سب نے پلان بنایا کہ آج کہیں باہر چلتے ہیں۔ کسی جھرنے پہ جا کے کھائیں گے۔

جھرنے کے ذکر پہ بچپن کی ایک سنہری یاد نے میرے دل پہ دستک دی۔۔۔ تو مسکراہٹ نے میرے چہرے کا احاطہ کر لیا۔۔۔

ازمینہ نے پکوڑے ہاٹ پاٹ میں رکھ لیے۔ اور ساتھ میں دھنیے کی چٹنی بھی بنا لی۔

گھر سے نکلنے سے پہلے میں نے کاپی کے کچھ صفحات پھاڑ کے سائیڈ پاکٹ میں رکھ لیے۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

گھر سے کچھ ہی فاصلے پہ جھرنا تھا۔ پہاڑ کی چوٹی سے گرتا ہوا پانی۔۔۔ سڑک کے بیچوں بیچ رستہ بناتا ہوا۔۔۔ نیچے کھائی میں گرتا تھا۔ سڑک پہ جس جگہ سے پانی گزرتا تھا۔ اُس جگہ سے سڑک پھسلن زدہ اور ڈھلوانی ہو گئی تھی۔ جب کوئی گاڑی گزرتی تو یوں لگتا کہ ابھی پانی کے ساتھ ہی بہہ جائے گی۔۔۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوتا تھا۔

پاکستان کے شمالی علاقہ جات بہت خوبصورت ہیں۔۔۔ لیکن ان علاقوں میں لوگ جان ہتھیلی پر ہی رکھ کے آتے ہیں۔

ہم ایک طرف قدرے پر سکون گوشے میں جا کر بیٹھ گئے۔

اور چٹنی کے ساتھ پکوڑے کھانے لگے۔ گرما گرم پکوڑے بہت لذیذ تھے۔

پکوڑے کھانے کے بعد میں اٹھ کھڑا ہوا۔ اور وہ مخصوص جگہ تلاش کرنے لگا۔ میں آس پاس چکر لگاتا اُس جگہ کو ڈھونڈ رہا تھا۔

"ارحم بیٹا۔ کوٹ پہن لو۔۔۔ ٹھنڈ لگ جائے گی۔" امی نے میرے قریب آ کے کوٹ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ جسے میں نے تھام لیا۔

میں ہنوز یہاں وہاں نظریں دوڑا رہا تھا۔

جلد ہی جھرنے سے قدرے فاصلے پر مجھے وہ جگہ دکھائی دے گئی۔۔۔ پتھروں کے درمیان جھرنے کا پانی جمع تھا۔۔۔ میں نے آواز دے کے ازمینہ کو بلایا۔

وہ حیران ہوتی ہوئی میرے پاس چلی آئی۔

اُس کی حیرت بجا تھی۔۔۔ میں جب سے آیا تھا۔۔۔ آج اُسے خود سے یوں مخاطب کیا تھا۔

میرے چہرے پہ دبا دبا جوش تھا۔ اور وہ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"بیٹھو تمہیں کچھ دکھانا ہے۔۔۔" میں نے سامنے پڑے پتھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

میرے کہنے پہ وہ اُس پتھر پہ بیٹھ گئی۔

میں نے جیب سے کاپی کے تڑے مڑے صفحات نکالے جو آتے ہوئے میں نے پھاڑے تھے۔۔۔اور انھیں سیدھا کیا۔۔۔ پھر میں اُن سے کاغذ کی کشتی بنانے لگا۔

اب ازمینہ کے چہرے پہ بھی مسکراہٹ دکھائی دے رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں حیرانی کی جگہ ایک مخصوص چمک نے لے لی تھی۔۔۔وہی چمک جو اپنی پسندیدہ چیز کو سامنے دیکھ لینے پر انسان کی آنکھوں میں آتی ہے۔۔۔وہ یقیناً سمجھ گئی تھی کہ میں کیا کرنے والا ہوں۔

میں نے کشتی بنا کے اُس کے سامنے لہرائی۔

"تم ابھی تک بہت اچھی کشتی بنا لیتے ہو ارحم۔۔۔ میں تو سمجھی تم بھول چکے ہو گے۔۔۔" اُس نے توصیفی انداز میں کشتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بچپن کی باتیں انسان کبھی نہیں بھولتا۔۔۔چاہے وہ خوشگوار ہوں یا تلخ۔۔۔اور یہاں پہاڑوں میں گزارے گئے دن تو میری زندگی کے یادگار ترین دن ہوا کرتے تھے۔۔۔ پھر میں انھیں کیسے بھول سکتا ہوں۔"

میں نے کشتی کو احتیاط سے پتھروں کے درمیان ٹھہرے اُس پانی میں رکھ دیا۔ وہ اب آہستہ آہستہ تیرتی ہوئی آگے پیچھے جا رہی تھی۔

"برسوں بعد اپنا پسندیدہ منظر دیکھ کر بہت اچھا لگ رہا ہے۔۔۔" ازمینہ کھوئے ہوئے سے لہجے میں بولی۔ ایک خوبصورت مسکان نے اُس کے لبوں کا احاطہ کر رکھا تھا۔

"میں جانتا تھا تمہیں بہت اچھا لگے گا۔" اُس کے چہرے پہ پھیلی خوشی مجھے بہت بھلی لگ رہی تھی۔

میں نے جیب سے موبائل نکالا اور تیرتی ہوئی کشتی کی ویڈیو بنانے لگا۔ میں اس خوبصورت لمحے کو

ہمیشہ کے لیے اپنے پاس محفوظ کرنا چاہتا تھا۔

بہتے جھرنے کا شور سماعت کو بہت بھلا محسوس ہو رہا تھا۔ جھرنے کا تیز بہتا ہوا پانی، جھرنے میں پڑے ہوئے چھوٹے بڑے پتھر۔۔۔اور اونچے پہاڑ۔۔۔خاموشی سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔ اور دور سے جانوروں کے بولنے کی آوازیں وقفے وقفے سے آرہی تھیں۔

بادلوں کی اوٹ سے سورج نے سر نکالا اور اُس کی شعاعیں براہِ راست ازمینہ کے چہرے پہ پڑیں۔ وہ بیتے ہوئے کسی لمحے کے فسوں میں گرفتار تھی۔

جھرنے کا پانی دھوپ میں چمکنے لگا۔

وہ مبہوت ہو کے کشتی کو دیکھ رہی تھی اور میں اُس کے چہرے پہ پھیلی شفاف اور معصوم مسکراہٹ کو۔۔۔اور ہمارے آس پاس۔۔۔بچپن کی یادیں۔۔۔رقص کر رہی تھیں۔

جیسے بوند بوند بارش ہو
ایسے دل پہ برستی ہیں یادیں
جیسے ست رنگی قوسِ قزح
ایسے رنگ بکھیرتی ہیں یادیں
جیسے مَن مندر کی گھنٹی ہو
ایسے سُر میں ڈھلتی ہیں یادیں
جیسے آوارہ مسافر چوکھٹ پہ
ایسے دستک دیتی ہیں یادیں
جیسے لہریں ہوں سمندر کی
ایسے مل کے بچھڑتی ہیں یادیں

جیسے وادیِ میں ہوں پھول کھلے
ایسی خوشبو لگتی ہیں یادیں
جیسے کوئی سہیلی راز کہے
ایسے بھی بولتی ہیں یادیں
جیسے خاموشی کوئی بات کہے
ایسی سرگوشی کرتی یادیں
جیسے مَن گھائل ہو جائے
ایسا درد بھی دیتی ہیں یادیں
اس زندگی میں ایسا ہے کہ
ہر سُو بکھری ہیں یادیں

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

والدین اور اولاد

ازمینہ نے پرائیویٹ بی اے کیا ہوا تھا اور وہ علاقے کے اسکول میں پڑھاتی تھی۔ امام جی کے پاس بھی لڑکے گھر پہ پڑھنے کے لیے آتے تھے۔ امام جی نے اردو ادب میں ماسٹرز کر رکھا تھا۔

اس وقت میں فون ہاتھ میں لیے بیٹھا ہوا تھا۔۔۔اور اپنے موبائل میں محفوظ ویڈیوز۔۔۔اور تصویریں دیکھ رہا تھا۔۔۔حالانکہ یہ میں نے پہلے بھی دیکھ رکھی تھیں۔ لیکن جب بور ہو جاتا تو یہی دوبارہ دیکھنے لگتا۔۔۔موبائل فون کے استعمال کی اتنی عادت ہو چکی تھی۔۔۔کہ اب اگر کچھ دیر کے بعد اس کو چیک نہ کرتا تو کھد بد ہونے لگتی تھی۔

امی آج ازمینہ کو کوئی نیا سالن بنانا سکھا رہی تھیں۔ اور ابا جی پاس ہی دوسری چارپائی پہ بیٹھے۔۔۔سیرتِ نبی پہ کوئی کتاب پڑھ رہے تھے جو وہ امام جی کے کمرے کی الماری سے لائے تھے۔ نظر کا چشمہ لگائے وہ کتاب پڑھنے میں پوری طرح محو تھے۔

امام جی کے پاس لڑکے پڑھنے آئے ہوئے تھے۔ یہ زیادہ تر پٹھانوں کے ہی بچے تھے۔ میں اکثر ان سے کہتا کہ مجھے پشتو سکھا دو۔۔۔وہ مجھے سکھانے کی ناکام کوشش کرتے۔۔۔اور جب میں بولتے ہوئے غلطی کرتا تو سب مشترکہ قہقہہ لگاتے۔۔۔اور ازمینہ بھی اس قہقہے میں ان کا خوب ساتھ دیتی تھی۔۔۔سب میرے ساتھ بہت گھل مل گئے تھے۔۔۔یہاں آنے سے میری ذات پہ چھائی قنوطیت بھی کافی حد تک کم ہو گئی تھی۔

جب امام جی پڑھا کے فارغ ہو چکے تو میرے ساتھ ہی آ کر بیٹھ گئے۔۔۔

"ارحم پتر میں کافی دیر سے دیکھ رہا ہوں کہ تم فون کے ساتھ لگے ہوئے ہو۔۔۔کوئی ضروری کام کر رہے ہو۔؟؟"

"ارے نہیں امام جی۔۔۔بس ایسے ہی پرانی تصویریں دیکھ رہا تھا۔۔۔" میں نے موبائل فون بند کر کے جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

امام جی نے میری بات پہ ہنکارا بھرا۔

"پچھلے سال میں گجرانوالہ گیا تھا۔۔۔میرے ایک جاننے والے کے بیٹے کی شادی تھی تو اُس نے شرکت کے لیے بہت اصرار کیا۔۔۔"

"امام جی آپ گجرانوالہ گئے تھے تو ہماری طرف کیوں نہیں آئے۔۔۔" مجھے خاصا دکھ ہوا تھا یہ سن کر۔۔۔کہ امام جی ہمارے شہر گئے اور ہماری طرف چکر نہیں لگایا۔

"پتر ازمینہ کو یہاں چھوڑ گیا تھا۔۔۔تو سارا دھیان میرا پیچھے کی طرف ہی تھا بس اس لیے جلد سے جلد واپس آگیا۔" امام جی نے نہ آنے کی وجہ بیان کی۔

"اوہ۔۔۔اچھا۔۔۔" میں نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

"شادی میں شرکت کے دوران میں نے ایک بات بہت نوٹ کی۔۔۔" امام جی کی بات پہ میں نے سوالیہ انداز میں اُن کی طرف دیکھا۔

"ہر دوسرا شخص اپنے فون کے ساتھ مصروف تھا۔۔۔پہلے تو شادیوں پہ ایسا ہوتا تھا کہ لوگ رات گئے تک خوب محفلیں جماتے تھے۔۔۔گپ شپ ہوتی تھی۔۔۔لیکن اب تو حالات ہی بدل گئے ہیں۔۔۔ہر کوئی اپنے آپ میں مگن ہے۔۔۔لوگوں کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ دو گھڑی دوسروں کے ساتھ بیٹھ کے باتیں کر لیں۔۔۔ایک دوسرے کو دکھ سکھ سنا لیں۔۔۔" امام جی کی بات پہ میں اندر ہی اندر بری طرح شرمندہ ہوا۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

''بس کیا بتاؤں امام جی۔۔۔سب کا یہی حال ہے۔۔۔خود میرا اپنا بھی یہ حال ہے۔۔۔اصل میں دنیا کے ساتھ چلنے کے لیے کرنا پڑتا ہے۔۔۔ورنہ لوگ کہتے ہیں اسے تو دنیاداری کا پتا ہی نہیں۔۔۔'' میں نے اپنی طرف سے ایک مضبوط دلیل دی۔

''یہ سب کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔۔۔ضرور کرو۔۔۔لیکن اسے اتنا سر پہ سوار نہ کرلو کہ اس کے بغیر سانس لینا بھی محال ہو جائے۔۔۔''

''موبائل فون کے ضرورت سے بہت زیادہ استعمال کا سب سے بڑا نقصان جو مجھے نظر آیا۔۔۔وہ رشتوں سے دوری ہے۔۔۔اس کی وجہ سے لوگوں کے پاس بیماروں کی عیادت کے لیے وقت نہیں رہا۔۔۔لوگوں کی خوشی غمی میں شریک ہونے کے لیے وقت نہیں رہا۔''

''تم ہی بتاؤ۔۔۔آخری بار اپنے ماں باپ کے پاس بیٹھ کے اُن کے بچپن اور جوانی کے قصے کب سنے تھے۔۔۔'' امام جی کے سوال پہ میں گڑبڑا گیا۔

''امام جی میرے پاس تو وقت ہی نہیں ہوتا۔'' میں نے کمزور سے لہجے میں اپنا دفاع کرنے کی کوشش کی۔

''وقت میں برکت اسی کی وجہ سے تو ختم ہو گئی ہے۔''

''بچے اپنے والدین سے۔۔۔اور والدین بچوں سے دور ہو گئے ہیں۔۔۔پہلے جو وقت والدین بچوں کی اچھی تربیت پہ لگاتے تھے۔۔۔وہی وقت اب موبائل فون کے استعمال میں لگ رہا ہے۔ اور بچے بھی پہلے ہر بات والدین کو بتایا کرتے تھے۔۔۔یوں اولاد کی سرگرمیوں پہ والدین کی کڑی نظر ہوتی تھی۔۔۔لیکن اب حالات یکسر مختلف ہیں۔۔۔نہ بچوں کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ والدین کو ہر بات سے آگاہ کریں اور نہ والدین کے پاس اتنا وقت ہے کہ توجہ سے اپنے بچے کی بات سنیں۔'' امام جی کی بات پہ ابا جی نے کتاب بند کر کے سائیڈ پہ رکھی اور توجہ سے بات سننے لگے۔ چونکہ گفتگو میں والدین کا

ذکر آیا تھا اس لیے اُن کا متوجہ ہو جانا فطری بات تھی۔

"بچوں کو یہی شکایت رہتی ہے اپنے والدین سے کہ وہ انھیں سمجھ نہیں پاتے۔۔۔اور والدین کا کہنا ہے کہ بچے انھیں سمجھ نہیں پاتے۔۔۔" ابا جی نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ دونوں فریق مل بیٹھ کے اپنے خیالات شئیر کریں۔ اگر وہ ایک دوسرے کو کچھ بتائیں گے ہی نہیں تو کیسے پتا چلے گا کہ دوسرے کے دل میں کیا چل رہا ہے۔ دلوں کے حال تو صرف خدا ہی جان سکتا ہے۔۔۔لوگوں کو بتانے کے لیے تو الفاظ کا سہارا ہی لینا پڑتا ہے۔" امام جی نے ابا کی طرف دیکھتے ہوئے مدبرانہ انداز میں کہا۔

امام جی کی بات پہ ابا نے اثبات میں سر ہلایا۔ امام جی مزید گویا ہوئے۔

"اور اولاد کو بھی چاہیے کہ وہ ہر بات اپنے ماں باپ کے ساتھ شیئر کریں۔۔۔اگر اولاد والدین پر ہی اعتماد نہیں کرے گی۔۔۔تو آخر کس پہ کرے گی۔۔۔لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہے اگر ماں باپ اولاد کو ایسا دوستانہ ماحول دیں کہ وہ بلا جھجھک اپنا ہر مسئلہ انھیں بتا سکے۔"

"ایک ایسا دور تھا کہ ماں باپ اولاد کی صورت دیکھ کے سمجھ جایا کرتے تھے کہ ہمارا بچہ پریشان ہے۔۔۔اور اولاد بھی ماں باپ کی آنکھ کا اشارہ سمجھا کرتی تھی۔۔۔لیکن اب نہ تو ماں باپ کو اولاد کی پریشانی کا پتا چلتا ہے اور نہ اولاد ماں باپ کا مان رکھتی ہے۔" امام جی کی پیشانی پہ تفکر کی لکیریں تھیں۔

اور میں سوچ رہا تھا کہ واقعی اب یہی سب ہو رہا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کو سمجھ نہیں پاتے اسی لیے دوریاں بڑھ رہی ہیں۔۔۔ایک ہی چھت تلے رہنے والوں میں اختلافات زیادہ ہو گئے ہیں۔ آئے روز دوستوں کی زبانی ایسے واقعات سننے کو ملتے تھے۔ اللہ کا شکر تھا کہ میرے والدین دوسروں سے بہت مختلف تھے۔۔۔اسی لیے تو میری خاطر سب کام کاج پسِ پشت ڈال کے یہاں چلے آئے تھے۔

"ضرورت اس امر کی ہے کہ ماں باپ بچوں کو مناسب وقت دیں۔۔۔یہ درست ہے کہ والدین

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

سے بڑھ کے اولاد کا بھلا کوئی نہیں چاہ سکتا۔۔۔وہ اولاد کو ہر برے حالات سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اولاد کے لیے اپنی خواہشوں کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں۔۔۔لیکن صرف روٹی کپڑا دینے سے اور اچھی تعلیم دلوا دینے سے والدین کی ذمہ داری پوری نہیں ہو جاتی۔۔۔بلکہ اپنی اولاد کے ذہنوں میں پیدا ہونے والی الجھنیں اور گتھیاں سلجھانا بھی والدین کا کام ہے۔۔۔" امام جی گہری سنجیدگی سے بولے۔

"پچھلے کچھ سالوں میں ہمارے ملک کے نوجوانوں میں ڈپریشن کی وجہ سے خودکشی کی شرح بہت بڑھ گئی ہے۔۔۔ تمھیں کیا لگتا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔۔۔" امام جی نے میری طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ میں خاموشی سے سر جھکائے انھیں سن رہا تھا۔

"اس کی یہی وجہ ہے۔۔۔کہ کوئی اُن کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کے انھیں یہ کہنے والا نہیں ہے۔ کہ مجھے بتاؤ تم کیوں پریشان ہو۔۔۔کوئی انھیں دلاسہ دینے والا نہیں ہے۔۔۔کوئی یہ نہیں کہتا کہ۔ فکر نہیں کرو۔۔۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں تمھارے ساتھ ہوں۔"

"جب ہم کسی کو اپنے ساتھ کا یقین دلاتے ہیں۔۔۔تو اس یقین میں بہت طاقت ہوتی ہے۔۔۔کوئی کتنا بھی پریشان کیوں نہ ہو۔۔۔یہ ایک جملہ اُس کے لیے مرہم کا کام کرتا ہے۔"

"جی امام جی۔۔۔" میں محض اتنا ہی کہہ سکا۔

"دوست اور رشتہ دار چاہے کتنے ہی اچھے اور سچے ہوں، صرف اچھے وقت کے ساتھی ہوتے ہیں۔ اور کوئی کتنا بھی پر خلوص ہو، برے وقت میں نظریں پھیر ہی لیتا ہے۔ محبتیں کھو کر۔۔۔ٹھوکریں کھا کر۔۔۔واپسی کا دروازہ بس ایک ہی کھلا ملتا ہے۔۔۔ماں باپ کی دہلیز کا دروازہ۔۔۔کیونکہ وہ آپ کے لیے کبھی نہیں بدلتے۔"

"اس لیے اولاد کا بھی فرض ہے کہ ماں باپ کو سمجھنے کی کوشش کرے۔۔۔اُن کی مجبوریاں سمجھنے کی کوشش کرے۔۔۔اگر ایسا نہ ہوا تو مجھے ڈر ہے کہ ایک روز ایسا بھی آ جائے گا۔۔۔جب اولاد

والدین کے مدِ مقابل آجائے گی۔" اُن کے لہجے میں اندیشے بول رہے تھے۔

امام جی نے شادی کے دوران بہت باریک بینی سے حالات کا جائزہ لیا تھا۔ لیکن وہ شاید نہیں جانتے تھے کہ وہ وقت آ چکا ہے۔۔۔اولاد اب واقعی ماں باپ کے مدِ مقابل آنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتی۔

دل یہ چاہتا ہے
جادو کی اک چھڑی ہو
جسے گھمانے سے
پرانے وقت لوٹ آئیں
جب رشتوں کا مان رکھا جاتا تھا
روایات کی پاسداری ہوتی تھی
والدین کا کہا حرفِ آخر سمجھا جاتا تھا
اب اس منتشر ماحول نے
ہمارے ذہنوں اور دلوں کو بھی منتشر کر دیا ہے
کاش کہ ہم لوٹ سکتے
پرانے وقتوں میں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

بچپن کی دعا

ہمیں آئے ہوئے کافی روز ہو گئے تھے۔۔۔ایک نہ ایک روز تو ویسے بھی ہم نے واپس چلے جانا تھا۔۔۔لیکن اماں جی کا ساتھ ایسا تھا کہ جانے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا۔۔۔

یہ صرف وقت نہیں تھا جو ہم یہاں گزار رہے تھے۔۔۔یہ یادیں تھیں جو نقش ہو رہی تھیں۔۔۔وقت کی کتاب میں۔۔۔ہمیشہ رہنے کے لیے۔۔۔

میں اور ازمینہ۔۔۔اب اکثر بچپن کی باتیں دہراتے تھے۔۔۔ایسا لگتا تھا بچپن پھر سے لوٹ آیا ہو۔۔۔بچپن بھی کیسا حسین ہوتا ہے نا۔۔۔کہ انسان اپنی باقی کی ساری زندگی یہی سوچتا رہتا ہے کہ کاش وہ پھر سے اُسی دور میں واپس جا سکتا۔۔۔وہی بے فکری کی زندگی گزار سکتا۔۔۔

ازمینہ اب بچپن کی طرح لا اُبالی نہیں رہی تھی۔۔۔کافی سمجھدار ہو گئی تھی۔۔۔اسکول میں پڑھاتی بھی تھی۔۔۔اور گھر پہ بھی علاقے کی بچیوں کو مفت تعلیم دے رہی تھی۔

آج اتوار تھا۔میں اور اماں جی بالاکوٹ کے بازار آئے ہوئے تھے۔اماں جی نے ضرورت کی کچھ چیزیں خریدنی تھیں۔

پہاڑوں کو کاٹ کے بنایا گیا یہ شہر۔۔۔خوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہے۔اماں جی سبزی کی دکان کے اندر گئے ہوئے تھے۔اور میں دکان کے باہر کھڑا اسٹرک کے دوسرے پار پھیلی دکانوں کی لمبی قطار کو دیکھ رہا تھا۔انھی دکانوں میں مجھے شالوں کی دکان نظر آئی،سوچا اماں کے لیے ایک گرم شال لے لوں۔

دکان میں داخل ہوا تو مختلف رنگوں کی شالیں لٹکی ہوئی تھیں۔

مجھے داخل ہوتے دیکھ کے دکان دار جو کرسی پہ پاؤں اوپر کیے بیٹھا تھا، مستعد ہو گیا۔

"ایسا شال آپ کو پورے بالا کوٹ میں کہیں نہیں ملے گا۔" پٹھان دکان دار وہی روایتی جملہ کہہ رہا تھا جو تقریباً ہر دکان دار اپنی چیزوں کے بارے میں کہتا ہے۔

میں نے اُسے کچھ شالیں نکالنے کو کہا۔ اور یوں ہی دکان کا جائزہ لینے لگا۔

اچانک میری نظر کونے میں لٹکی ایک کالی شال پہ پڑی۔

اور میری نظر اُس پہ ٹھہر سی گئی۔ دور کہیں ماضی کے دریچوں سے ایک یاد نے دل پہ دستک دی۔

اُس دن صبح ہی سے ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ میں اور ازمینہ گھر سے بہت دور نکل آئے تھے۔ اور اب اونچے پہاڑوں پہ بیٹھے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کے اندازہ لگا رہے تھے کہ آخر یہ بارش کہاں سے نکلتی ہے۔

میں نے یونہی ازمینہ سے پوچھا۔۔۔ "تمہیں سب سے زیادہ کیا اچھا لگتا ہے۔۔۔؟؟"

"کالی شال۔۔۔" وہ لمحے کا بھی توقف کیے بغیر بولی۔

"کالی شال۔۔۔؟؟ یہ کیا بات ہوئی میں تو کھانے والی چیزوں کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔"

ہم دونوں ہی اُس وقت کم عمر تھے اور مجھے اُس کا جواب پسند نہیں آیا تھا۔۔۔ یہ بھی بھلا کوئی پسند کرنے والی چیز ہے۔۔۔ پاگل کہیں کی۔۔۔

"کالی شال بھی بھلا کوئی پسند کرنے والی چیز ہے۔" میں نے منہ بناتے ہوئے کہہ بھی دیا تھا۔

"ارحم۔۔۔ ابا لائے تھے اماں کے لیے۔۔۔ میں نے ابا سے کہا مجھے بھی چاہیے۔۔۔ لیکن اماں نے منع کر دیا اور کہا کہ جب تم بڑی ہو جاؤ گی تو لا دیں گے۔۔۔" وہ منہ بسورتے ہوئے بولی۔

"ارحم دیکھو میں بڑی ہو گئی ہوں نا۔۔۔" وہ میرے سامنے کھڑی ہو گئی تھی۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

''نہیں ازمینہ تم ابھی بہت چھوٹی ہو۔'' میں صاف گوئی سے بولا تھا۔ ویسے بھی ایک بچے کو کیا معلوم تھا کہ دل کیسے رکھا جاتا ہے۔

''تم بہت برے ہو۔۔۔مجھے نہیں تمہارے ساتھ کھیلنا۔۔'' وہ مجھ سے ناراض ہو کے ایک طرف کو چل دی۔ مجھے بھی اُس کے پیچھے پیچھے چلنا پڑا تھا کیونکہ میں اکیلا گھر کا راستہ نہیں جانتا تھا۔

''اچھا ازمینہ جب میں بڑا ہو جاؤں گا تو میں تمہیں کالی شال لا دوں گا۔'' میں اُسے منانے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔

''وعدہ۔۔۔؟؟'' ازمینہ خوشی سے بولی۔ اور اپنی ہتھیلی میرے سامنے پھیلا دی۔

''ہاں۔۔۔وعدہ۔۔۔۔۔۔'' میں نے اُس کی چھوٹی سی ہتھیلی پہ اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

پٹھان نے میرا کندھا ہلا کے مجھے متوجہ کرنے کی کوشش کی۔

''ام (ہم) کب سے تم کو بلا رہا ہے۔۔۔ کس سوچ میں پڑ گئے۔۔۔؟'' پٹھان کی آواز مجھے ماضی سے حال میں کھینچ لائی۔

''اوہ سوری۔۔۔مجھے دھیان نہیں رہا۔۔۔'' میں خفت زدہ انداز میں بولا اور پٹھان سے وہ کالی شال اتارنے کو کہا۔

یہ سچ تھا کہ میں وہ وعدہ فراموش کر چکا تھا۔۔۔ لیکن اب جب یاد آ ہی گیا تھا تو اُسے پورا کرنے میں کیا حرج تھا۔

وہ شال اور اماں کے لیے میرون شال خرید کے میں دکان سے باہر آ گیا۔

جب میں اور امام جی فارغ ہو گئے تو میں نے امام جی سے کہا۔۔۔''امام جی چائے کا ایک ایک کپ ہو جائے۔۔۔''۔ سامنے ہی چائے کی دکان نظر آ رہی تھی۔

''چلو آج تمہیں ایک دوست سے بھی ملواتا ہوں۔''

"ضرور وہ بھی کوئی بزرگ ہوں گے۔" میں نے دل ہی دل میں سوچا اور امام جی کے ساتھ چلنے لگا۔

بالاکوٹ کی سڑکوں پہ دریائے کنہار کے کنارے۔۔۔ جگہ جگہ ہوٹلز بنے ہوئے ہیں۔۔۔ یہاں سیر و سیاحت کے لیے آنے والے لوگ انھی ہوٹلوں میں قیام کرتے ہیں۔ امام جی نے بتایا تھا کہ زیادہ تر مسافر یہاں رات ہی گزارتے ہیں اور پھر آگے کاغان۔۔۔ ناران کی طرف چلے جاتے ہیں۔۔۔ پاکستان کی مشہور جھیل۔۔۔ سیف الملوک بھی تو اسی طرف ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہاں پریاں اُترتی ہیں۔

امام جی مجھے لے کے چائے کے ایک ڈھابے پہ چلے آئے۔ ڈھابے کے قریب سڑک پر نیلے رنگ کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ جس پر موٹے حروف میں "خان ہوٹل" لکھا تھا۔

آگ کے اوپر چائے کا بڑا سا برتن رکھے سرخ و سپید رنگت والا ایک نو عمر لڑکا کھڑا تھا۔ جس کے چہرے پہ ہلکی ہلکی داڑھی تھی۔ اُس نے شلوار ٹخنوں سے تھوڑی اوپر چڑھا رکھی تھی۔

امام جی کو دیکھ کے وہ بہت خوش ہوا۔ بہت ادب کے ساتھ بغل گیر ہوا اور میرے ساتھ بھی خوش دلی سے ہاتھ ملایا۔ اور ہمارے لیے صاف پڑی کرسیوں کو ایک بار پھر سے صاف کرنے لگا۔

وہ اکیلا ہی وہاں کام کر رہا تھا۔۔۔ مستعدی سے چائے کپوں میں انڈیلتا اور ڈھابے کے ساتھ ہی رکھی گئی کرسیوں پہ بیٹھے گاہکوں کو پیش کرتا۔ جلد ہی وہ ہمارے لیے بھی چائے لے آیا۔

"یہ میرا بہت اچھا دوست ہے۔" امام جی کے کہنے پہ میں نے اُس نو عمر لڑکے کو حیرت سے دیکھا۔

"حیران کیوں ہوتے ہو۔۔۔؟؟ دو لوگوں کی دوستی کے لیے ہم عمر ہونا شرط نہیں ہے۔" میرے چہرے پہ اچانک امڈ آئی حیرت دیکھ کے امام جی نے مسکراتے ہوئے کہا تو میں ان کی بات پہ شرمندہ ہو

https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

گیا۔ نہ جانے کیسے وہ میری سوچ تک رسائی حاصل کر لیتے تھے کہ فوراً ہی میری حیرت بھانپ گئے۔

"پہلے اس ڈھابے پہ اس کا باپ ہوا کرتا تھا لیکن ایک سال پہلے اس کا انتقال ہو گیا۔۔۔ تب سے یہی اس کام کو سنبھال رہا ہے۔"

"جمعہ کی نماز ہمارے علاقے کی مسجد میں جا کر ہی پڑھتا ہے۔۔۔" امام جی اس کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگے۔

میں چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے سن رہا تھا۔ میں نے اس سے زیادہ اچھے ذائقے والی چائے اپنی زندگی میں پہلے کبھی نہیں پی تھی۔

گاہکوں کو فارغ کر کے وہ ہمارے پاس آ کے بیٹھ گیا۔ اور ہم دونوں تعارف کے مراحل طے کرنے لگے۔

جب چائے ختم ہو چکی تو میں نے جیب سے پیسے نکالے۔

"ارے نہیں باؤ۔۔۔ پیسے رہنے دیں۔۔۔ مہمانوں سے بھی بھلا کوئی پیسے لیتا ہے۔" وہ میرا پیسے دینے کے لیے بڑھا ہوا ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے بولا۔

"اور امام جی سے تو میں ویسے بھی پیسے نہیں لیتا۔۔۔ بس دعا چاہیے۔۔۔ باقی اللہ سوہنا کرم کرے گا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

امام جی نے بھی مسکراتے ہوئے سر ہلایا تو میں نے پیسے واپس جیب میں ڈال لیے۔

"امام جی اماں آج کل بہت بیمار رہنے لگی ہیں۔۔۔ اُن کے لیے خصوصی دعا کیجیے گا۔" ہمارے رخصت ہوتے وقت وہ امام جی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔

"میں دعا کروں گا بیٹا۔۔۔ اللہ پاک شفا دے۔" امام جی نے شفقت سے کہا اور پھر ہم وہاں سے چلے آئے۔

ہمارا رخ اب گھر کی جانب تھا۔

"امام جی لوگ ہمیشہ دوسروں سے کیوں کہتے ہیں دعا کرنے کو۔۔۔خود اپنے لیے کچھ کیوں نہیں مانگتے۔۔۔؟؟"

میں نے امام جی سے سوال کیا۔

"کیونکہ خدا بچوں اور بزرگوں کی دعائیں زیادہ سنتا ہے۔"

"ہماری دعائیں قبول بھی تو نہیں ہوتیں۔۔۔زندگی میں بہت کم ایسا ہوا کہ میری کوئی دعا قبول ہوئی ہو۔ میں نے لوگوں کو بھی ہمیشہ یہ ہی شکوہ کرتے دیکھا ہے کہ دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔۔۔کیا وجہ ہے اس کی۔۔۔کہ ہماری دعائیں آسمان سے ٹکرا کے نامراد پلٹ آتی ہیں۔۔۔؟؟"

میرے سوال پہ امام جی نے ہنکارا بھرا اور بولے۔

"ہماری بہت سی دعائیں اس لیے قبول نہیں ہوتیں۔۔۔کیونکہ اُن کے قبول نہ ہونے میں ہی ہماری بھلائی ہوتی ہے۔"

"اور دعائیں قبول نہ ہونے کی ایک اور بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ۔۔۔" وہ مزید گویا ہوئے۔

"جب انسان چھوٹا ہوتا ہے۔۔۔بچہ ہوتا ہے۔۔۔تو جو چیز اُسے چاہیے ہو وہ مانگ لیتا ہے۔۔۔یہ نہیں سوچتا کہ کیسے ملے گی بس وہ اپنے ماں باپ سے ضد کرتا ہے کہ اُسے فلاں چیز چاہیے۔۔۔اور نوے فیصد ایسا ہوتا ہے کہ والدین خواہش پوری کر دیتے ہیں۔ اسی طرح بچپن میں بچہ جو چاہتا ہے وہ دعا میں مانگ لیتا ہے۔ وہ اپنے دل میں پیدا ہونے والی ہر خواہش کا اظہار کر دیتا ہے۔

ہمارا خدا کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔۔۔لیکن ہم اس بات کو سمجھ نہیں پائے۔

ہم لوگ دعا کرنے سے پہلے سوچتے ہیں کہ آیا یہ ممکن بھی ہے یا نہیں۔۔۔اگر ہمیں لگ رہا ہو کہ ممکن ہے تو دعا مانگ لیتے ہیں ورنہ کہہ دیتے ہیں کہ نہیں ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا۔۔۔ہم یہ بھول جاتے ہیں

کہ جس رب سے مانگنا ہے اُس کے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں۔"

امام جی نے بات کے دوران لمحہ بھر کو توقف کیا اور پھر بولے۔

"اللہ سے جب۔۔۔جو۔۔۔مانگنا ہو مانگ لیا کرو۔۔۔اللہ کے خزانے بہت وسیع ہیں۔۔۔لیکن وہ عطا صرف انھیں کرتا ہے جو اُس پہ اعتماد کرتے ہیں۔۔۔جو اس بات پہ یقین رکھتے ہیں کہ ہم ہاتھ اٹھائیں گے تو وہ ضرور دے گا۔۔۔ہم پکاریں گے تو وہ ضرور سنے گا۔۔۔اور وہ تو بہتر سننے اور جاننے والا ہے۔"

"انسان کی ساری تدبیریں ایک طرف۔۔۔اور خدا کی ذات پہ کامل یقین ایک طرف۔۔۔"

میں دھیان سے امام جی کی بات سن رہا تھا۔۔۔

ہم دونوں باتیں کرتے ہوئے بلند ہوتی سڑک پہ چل رہے تھے۔

اور میں سوچ رہا تھا۔۔۔واقعی میں بھی تو ایسے ہی کرتا تھا۔۔۔دعا مانگتے ہوئے پہلے ہی سوچ لیتا تھا کہ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔۔۔یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔یہ بھول جاتا تھا کہ۔۔۔اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔۔۔وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

شریکِ حیات کا چناؤ

آج شام ہی سے سرد ہوائیں چل رہی تھیں۔ جس سے ماحول اچھا خاصا سرد ہو گیا تھا۔ ابا اور امام جی رضائی میں دبکے بیٹھے تھے۔۔۔ کمرے میں جلتی انگیٹھی کی وجہ سے حدت سی تھی۔ میں ابھی نہا کر نکلا تھا۔۔۔ میں سردی میں ہمیشہ رات کو نہایا کرتا تھا تاکہ نہاتے ہی نرم گرم رضائی میں بیٹھ سکوں۔۔۔ کیونکہ مجھے نہانے کے بعد بہت ٹھنڈ لگتی تھی۔۔۔ ازمینہ ہمارے لیے چائے بنا لائی تھی۔ اور اب دوسرے کمرے میں بیٹھی پڑھ رہی تھی۔ امام جی نے بتایا تھا وہ ماسٹرز کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ امی بھی دوسرے کمرے میں عشاء کی نماز ادا کر رہی تھیں۔

ہم تینوں آج علاقے میں ہونے والے ایک نکاح میں شریک ہوئے تھے۔ اور اب ابا اور امام جی اُسی کے متعلق بات کر رہے تھے۔

میں زندگی میں جس مقام پہ تھا۔۔۔ مجھے بھی جلد یا بدیر اپنے لیے شریکِ حیات کا انتخاب کرنا تھا۔۔۔ اور میں ہمیشہ سوچا کرتا تھا کہ جن لوگوں کو کسی سے محبت نہیں ہوتی۔۔۔ وہ کن باتوں کو مدِ نظر رکھ کے اپنے جیون ساتھی کا انتخاب کرتے ہوں گے۔

کیونکہ جنھیں محبت ہو جائے۔۔۔ وہ تو محبوب کی خوبیوں اور خامیوں سے ویسے ہی بے پرواہ ہوتے ہیں۔ اُن کے لیے تو۔۔۔ محبوب اچھا ہے تو اچھا ہے۔۔۔ برا ہے تو بھی اچھا ہے۔۔۔

میں کافی دیر سے خاموشی سے اُن کی باتیں سُن رہا تھا، بالآخر میں نے بھی خاموشی ترک کی اور چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے امام جی سے پوچھا۔

"امام جی۔۔۔شریکِ حیات کا انتخاب کرتے ہوئے کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔۔۔؟؟"

میرے سوال پہ امام جی نے لمحہ بھر کو سوچا اور بولے۔

"جس شخص کو آپ اپنا ہم سفر بنانے جا رہے ہیں۔۔۔اُس میں ایک اچھے دوست کی تمام خوبیاں موجود ہونی چاہییں۔"

امام جی کی بات پہ میں نا سمجھی سے انھیں دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب امام جی۔۔۔؟؟"

"دیکھو بیٹا۔۔۔والدین کے بعد۔۔۔دنیا میں مخلص دوست وہ عظیم رشتہ ہے۔۔۔جو آپ کا ہر ممکن ساتھ دیتا ہے۔۔۔آپ کو آپ کی تمام خوبیوں، خامیوں سمیت قبول کرتا ہے۔۔۔آپ کی سنگت میں خوشی محسوس کرتا ہے۔۔۔سچا دوست۔ہمیشہ وفادار رہتا ہے۔۔۔وہ آپ کی اچھائیوں کی تعریف کرتا ہے۔۔۔اور خامیوں کو نظر انداز کرتا ہے۔۔۔تو میاں۔۔۔جس انسان میں ایک اچھے دوست کی تمام خوبیاں موجود ہوں۔۔۔اُسے اپنا شریکِ حیات بنا لینا چاہیے۔۔۔"

امام جی مزید گویا ہوئے۔

"اچھا شریکِ حیات آپ کو عزت بھی دیتا ہے اور محبت بھی۔۔۔وہ نہ صرف آپ کی عزت کرتا ہے بلکہ آپ سے جڑے رشتوں کی بھی عزت کرتا ہے۔"

"اور سب سے اہم بات۔۔۔اپنے لیے وہ شخص منتخب کرنا۔۔۔جس کا ساتھ تمہیں سچی خوشی سے ہمکنار کرتا ہو۔کیونکہ یہ ایک یا دو روز کی بات نہیں ہوتی۔۔۔ساری زندگی کا ساتھ ہوتا ہے۔۔۔اور میرے خیال میں انسان کو زندگی اسی کے ساتھ گزارنی چاہیے۔۔۔جس کے ساتھ وہ خوش رہ سکے۔"

"امام جی۔۔۔ہمارے معاشرے میں تو ماں باپ ہی ہمسفر منتخب کرتے ہیں۔۔۔اولاد کو کہاں اجازت ہوتی ہے۔۔۔"میں نے شرارت سے ابا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس یہی تو غلطی کر جاتے ہیں والدین۔۔۔ساری زندگی خواہشیں پوری کرتے ہیں۔۔۔لیکن جب زندگی کے سب سے بڑے فیصلے کی باری آتی ہے۔

۔تو اپنی پسند ناپسند کے مطابق فیصلہ کر دیتے ہیں۔۔۔" امام جی نے ابا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"والدین کے کیے گئے فیصلے درست بھی تو ثابت ہوتے ہیں۔اور زیادہ تر ایسا ہوتا ہے کہ جو والدین چاہتے ہیں وہی اولاد کی بھی چاہ ہوتی ہے۔" ابا نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"بھئی یہ تو آئیڈیل سچوایشن ہو جاتی ہے نا۔۔۔اگر والدین کی اور بچوں کی خوشی ایک ہی فیصلے میں ہو۔۔۔لیکن عموماً ایسا ہوتا نہیں ہے۔۔۔"

"والدین کبھی اولاد کا برا نہیں چاہتے۔۔۔وہ جب اولاد کے لیے کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو خوب سوچ سمجھ کے کرتے ہیں۔۔۔اور اگر اُن سے جانے ان جانے میں غلط فیصلہ ہو بھی جائے۔۔۔تو اُن کی نیت پہ تو پھر بھی شک نہیں کیا جا سکتا۔۔۔کیونکہ ماں باپ سے زیادہ اولاد کا بھلا کوئی نہیں چاہ سکتا۔" ابا نے مدبرانہ انداز میں کہا۔

"اس میں تو کوئی شک نہیں دلاور۔۔۔لیکن تم نے دیکھا ہوگا۔۔۔والدین کے کیے گئے فیصلے بھی بعض اوقات غلط ثابت ہو جاتے ہیں۔۔۔تو جب رسک لینا ہی ہے تو کیوں نہ بچوں کی خوشی کو بھی مدِ نظر رکھ لیا جائے۔۔۔اور اب حالات بہت بدل گئے ہیں۔۔۔اب وقت کا تقاضا ہے کہ اولاد کی مرضی اور پسند کا بھی خیال رکھا جائے۔۔۔اور اگر سوچا جائے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔۔۔" امام جی ابا کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کے دباتے ہوئے بولے۔تو ابا نے محض سر ہلا دیا۔

"زمانہ بہت بدل گیا ہے میرے دوست۔۔۔اب ہمیں بھی تھوڑا سا بدل جانا چاہیے۔۔۔آخر کب تک ہم بچوں کو رشتوں کے نام پہ بلیک میل کرتے رہیں گے۔۔۔ویسے بھی اچھی تبدیلیاں لانی چاہئیں معاشرے میں۔۔۔" امام جی کی بات پہ ابا جی نے پر سوچ انداز میں ہنکارا بھرا۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

کہنے کو تو آج کل کے والدین بہت براڈ مائنڈڈ ہیں۔ لیکن کچھ باتیں آج بھی ایسی ہیں جہاں والدین قدامت پرست ہو جاتے ہیں یا شاید انھیں ہونا پڑتا ہے۔۔۔ معاشرے کی وجہ سے۔۔۔ اور اس لیے کہ لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع نہ ملے۔

لیکن میں امام جی کی باتوں پہ بعض اوقات بہت حیران ہوتا تھا۔ وہ دوسرے بہت سے لوگوں کی طرح تنگ نظر نہیں تھے۔ بلکہ زندگی کے ہر معاملے میں وسعت نظری کے قائل تھے۔

امام جی مزید گویا ہوئے۔

”قدرت ہر انسان کو زندگی میں اُس دوسرے انسان سے ضرور ملواتی ہے جس کے ساتھ اُس کی روح کے تانے بانے جڑے ہوئے وہ آپ کو اشارے دیتی ہے کبھی خوابوں کے ذریعے، کبھی دوسرے انسانوں کے ذریعے اور کبھی خود آپ کے دل کے ذریعے۔۔۔ لیکن اُس کے بعد وہ یہ ذمہ داری آپ پہ چھوڑ دیتی ہے کہ آپ اُسے جانے نہ دیں۔۔۔ اُسے کسی طور خود سے جدا نہ ہونے دیں۔“

امام جی کی بات پہ میں نے پُرسوچ انداز میں سر ہلا دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

خدا کا نائب

آج جمعہ تھا۔۔۔ ابا جی اور امام صاحب جلدی ہی مسجد چلے گئے تھے۔
میں بھی بس جانے کو تیار ہی کھڑا تھا۔
"اللہ نظر بد سے بچائے۔۔۔ میرا بیٹا تو بہت پیارا لگ رہا ہے ماشاء اللہ۔۔۔" امی میرے قریب آتے ہوئے بولیں۔ میں نے آج سفید شلوار سوٹ پہنا تھا۔ چونکہ عام دنوں میں پینٹ شرٹ ہی پہنا کرتا تھا۔ اس لیے جب بھی شلوار سوٹ پہنتا تو امی ضرور تعریف کرتیں۔
"میں نے کہا تھا نا کہ جگہ کی تبدیلی انسان کے مزاج پہ اچھا اثر ڈالتی ہے۔۔۔ دیکھو دن بہ دن تم بالکل پہلے جیسے ہوتے جا رہے ہو۔۔۔ میں تو بس یہ چاہتی ہوں کہ مجھے میرا وہ پہلے سا بیٹا واپس مل جائے۔۔۔ جو کبھی بھی حوصلے کا دامن نہیں چھوڑتا تھا۔۔۔ اور حالات چاہے کیسے بھی ہوتے۔۔۔ مردانہ وار اُن کا مقابلہ کرتا تھا۔" امی ممتا بھری نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔
"امی آپ فکر مند نہ ہوا کریں۔۔۔" میں نے اُن کے کندھوں پہ دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
امی مسکرائیں۔۔۔ اور پیار سے میرا گال چھو کے اندر کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔ میں مسجد کے لیے نکلنے ہی لگا تھا جب اچانک ایک خیال آیا۔
اُس دن میں ازمینہ کے لیے شال لے تو آیا تھا لیکن یہ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اُسے دوں کیسے۔۔۔ سو اب مجھے لگا کہ یہ اچھا موقع ہے۔۔۔ وہ سورہ کہف کی تلاوت کر رہی تھی۔۔۔ بلند آواز سے تلاوت کرنے کی عادی تھی۔۔۔ اس لیے جب بھی تلاوت کرتی۔۔۔ آواز باہر تک آتی تھی۔۔۔ میں

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

دستک دے کے اُس کے کمرے میں داخل ہو گیا۔۔۔اور اُس کے قریب ہی چارپائی پہ شاپنگ بیگ رکھ دیا۔۔۔"یہ میں تمہارے لیے لایا تھا۔۔۔"

"کیا ہے اس میں۔۔۔"اُس نے تجسس کے مارے جلدی سے شاپر کھولا۔

"کالی شال۔۔۔"شال دیکھ کے اُس کے صبیح چہرے پہ خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

"ارحم تمہیں یاد تھا۔۔۔اپنا وعدہ۔۔۔"وہ خوشی سے بھرپور کانپتے لہجے میں بولی۔

اب میں اُسے کیا بتاتا کہ میں تو کب کا بھول چکا تھا۔۔۔اُس دن اچانک ہی یہ شال دیکھ کے یاد آ گیا۔

"بہت بہت شکریہ۔۔۔یہ بہت نفیس اور خوبصورت ہے۔۔۔"وہ شال پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکرا کے بولی۔

شال دے کے میں مسجد چلا آیا۔

مسجد میں معمول سے زیادہ رش تھا۔ آج کے دن وہ لوگ بھی مسجد آتے ہیں جو باقی دنوں میں کوئی بھی نماز ادا نہیں کرتے۔خود میرا بھی یہاں آنے سے پہلے یہی حال تھا۔

امام جی روایتی مولویوں کی طرح صرف نماز، روزے پہ تقریر نہیں کرتے تھے۔۔۔بلکہ مختلف معاشرتی پہلوؤں پہ بھی روشنی ڈالتے۔

آج کی تقریر کا موضوع تھا۔۔۔خاص لوگ۔۔۔وہ لوگ جو خدا کے قریب ہوتے ہیں۔۔۔

امام جی کی آواز ہوا کے دَوش پہ فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ اور لوگ دل جمعی سے خدا کے بندوں کے اَوصاف سُن رہے تھے۔

"خدا کا بندہ وہ نہیں ہوتا جو صرف عبادات کرتا ہو۔۔۔لیکن بے ایمانی جیسی لعنت سے خود کو محفوظ نہ رکھتا ہو۔۔۔خدا کا بندہ وہ ہوتا ہے۔۔۔جسے دیکھ کے لوگوں کے ذہنوں میں۔۔۔صادق اور

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

امین کا لفظ آئے۔۔۔جو خوش گفتار ہو۔۔۔اور لہجے میں نرمی رکھتا ہو۔۔۔وہ۔۔۔جو۔۔۔صرف اپنے بارے میں نہ سوچے۔۔۔بلکہ دوسروں کی تکلیف کا بھی احساس کرے۔۔۔اور یقین جانیں۔۔۔میں نے بہت سے ایسے لوگ دیکھے ہیں۔۔۔جو عبادات کے بہت پابند تھے لیکن اپنے نفس کو قابو میں نہیں رکھتے تھے۔۔۔اُن کے دل میں انسانیت کا درد نہیں تھا۔۔۔تو کچھ ہی عرصے میں اُن کے دل سے ایمان کی روشنی ختم کر دی گئی۔۔۔اور پھر وہ لوگوں سے کہتے پھرتے ہیں کہ نہ جانے کیوں اب عبادت میں دل نہیں لگتا۔۔۔ارے لوگوں۔۔۔اللہ تمہیں کیوں اپنے دربار میں حاضر ہونے دے اگر تمہارا نفس ہی بے لگام ہو تو۔۔۔کیونکہ جو لوگ دوسرے انسانوں کے لیے اچھا معاشرہ تشکیل نہیں دیتے اور معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔۔۔اللہ اُن کی عبادات قبول نہیں کرتا۔۔۔اسلام محض عبادات کا نام نہیں ہے۔۔۔اسلام انسانیت کا نام بھی ہے۔۔۔انسانیت کے ساتھ حُسنِ سلوک کا نام بھی ہے۔۔۔اور میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے۔۔۔جو عبادات کے اتنے پابند نہیں تھے لیکن اُن میں مومنین کی ساری خصوصیات موجود تھیں۔۔۔وہ خلقِ خدا کی ہر ممکن مدد کرتے تھے۔۔۔ایمانداری اُن کا شیوہ تھا۔۔۔اچھے اخلاق کا جواب تو سب ہی اچھے اخلاق سے دے لیتے ہیں۔۔۔لیکن وہ لوگ برے برتاؤ کو بھی درگزر کرتے تھے۔۔۔اور یہ تو ہمارے پیارے نبی کی بھی صفت ہے۔۔۔پتھر مارنے والوں کو دعائیں دینا۔۔۔اور پھر ایسا ہوا کہ وقت گزرنے کے ساتھ وہ رب کے قریب ہوتے گئے۔۔۔اور یہاں ایک راز کی بات بتاتا چلوں۔۔۔بعض اوقات خدا بھی کچھ لوگوں کو اپنے قریب چاہتا ہے۔۔۔اور وہ یہی لوگ ہوتے ہیں۔۔۔" امام جی کی آواز۔۔۔سننے والوں کے کانوں میں رَس گھول رہی تھی۔

"لوگوں۔۔۔خیر اور شر تو ہر انسان میں موجود ہے۔۔۔بس کوشش کرو کہ تمہارے اندر کی خیر تمہارے اندر کے شر پہ حاوی رہے۔۔۔خدا کو تم بے عیب نہیں چاہیے ہو۔۔۔خدا تو تمہیں مسلسل سیدھے راستے پہ قائم رہنے کی کوشش کرتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے۔"

مجھے یاد آیا ہمارے ہاں کی مسجدوں میں تو ایسا ہوتا کہ ہر جمعے کو قاری صاحبان۔۔۔وہی ایک تقریر کر رہے ہوتے۔۔۔جب میں چھوٹا تھا تو اباجی کہا کرتے تھے۔۔۔ارحم جمعے کے روز مسجد میں بیٹھ کے تقریر بھی سنا کرو اور میں کہتا تھا۔۔۔اباجی اب تو مجھے وہ زبانی یاد ہو گئی ہے۔

کاش ساری مسجدوں کے امام۔۔۔امام جی کی طرح مختلف موضوعات کو زیرِ بحث لایا کریں۔۔۔آخرت کی زندگی کے بارے میں لمبی لمبی تقریریں کرنے کی بجائے۔۔۔اس دنیا میں رہنے کا ڈھنگ بھی بتایا کریں۔

جمعے کی نماز کے بعد جب مسجد خالی ہو گئی تو میں نے امام جی سے بھی یہی کہا۔

میری بات سن کے وہ کہنے لگے۔۔۔"ارحم میاں۔۔۔اگر تمہیں اپنی مسجد کے مولوی کی تقریر پسند نہیں تھی تو تم خود کر لیتے۔۔۔"

ان کی بات سن کے میں سمجھا کہ وہ شاید میری بات کا برا مان گئے ہیں۔۔۔آخر وہ بھی تو مولوی تھے۔۔۔مولویوں کے خلاف کیونکر سنیں گے۔

لیکن وہ مزید گویا ہوئے۔

"ہماری نوجوان نسل کا یہی تو المیہ ہے۔۔۔کڑھتے رہیں گے۔۔۔مولویوں کے بارے میں شکوے کریں گے۔۔۔لیکن خود کبھی آگے بڑھ کے اپنا کردار ادا نہیں کریں گے۔"

"لیکن امام جی۔۔۔میں کیسے تقریر کر سکتا ہوں۔۔۔میں کوئی مولوی تو نہیں ہوں۔"

"کیوں بھئی یہ کہاں لکھا ہے۔۔۔کہ صرف مسجد کا امام یا کوئی مولوی ہی تقریر کر سکتا ہے۔۔۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔۔۔کا حکم تو سب کے لیے ہے نا۔۔۔خدا نے نائب تو سب کو بنا کر بھیجا ہے۔۔۔صرف یہ تو نہیں کہا تھا کہ مولوی ہی خلیفہ ہیں۔" امام جی کی بات میں دَم تھا۔

خلافت دے کے بھیجا تھا خدا نے حضرتِ انساں

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

عرش سے فرش پہ آ کے مقام اپنا بھُلا بیٹھا

"اور مسجدوں میں جو امام ہوتے ہیں وہ غالباً بڑی عمر کے لوگ ہوتے ہیں۔۔۔وہی بات نا کہ جب گناہ کرنے کی سکت نہ رہی تو۔۔۔رب کے گھر کی چوکھٹ تھام لی۔۔۔خیر۔۔۔وہ بڑی عمر کے لوگ جتنا علم رکھتے ہیں۔۔۔اُسی کو بیان کرتے رہتے ہیں۔۔۔لیکن نئی نسل کے پاس تو بہت علم ہے۔۔۔علم کے بہت ذرائع ہیں۔۔۔کتابیں۔۔۔انٹرنیٹ۔۔۔اور دوسرے بیسیوں ذرائع۔۔۔تو ان نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ علم بانٹیں۔۔۔اور اگر خود تقریر کرتے ہوئے ہچکچاتے ہیں تو مولویوں کا دھیان اُس طرف کروائیں۔۔۔مجھے امید ہے کہ اس سے بہت بہتری آئے گی۔۔۔اور لوگ بھی شوق سے تقریریں سنا کریں گے۔۔۔کہ کچھ تو نیا سننے کو ملتا ہے۔۔۔کچھ تو علم میں اضافہ ہوتا ہے۔"

"جی امام جی۔۔۔بجا فرمایا آپ نے۔"

امام جی کچھ عرصہ پہلے میرے ساتھ مسجد میں ایک واقعہ پیش آیا۔"

"کیسا واقعہ بیٹا۔۔۔بیان کرو۔"

ہماری گلی میں ایک نوجوان رہتا ہے۔ اُس نے مسجد کے امام صاحب سے کہا کہ۔۔۔"امام صاحب میرے ذہن میں ایک سوال آتا ہے۔۔۔اگر انسان مریخ پہ چلا جائے۔۔۔تو وہ کس طرف رخ کر کے نماز ادا کرے گا کیونکہ مریخ پر تو خانہ کعبہ نہیں ہے۔"۔۔۔امام صاحب بولے۔۔۔"توبہ توبہ کیسے سوال کر رہے ہو، میں کیا جانوں ایسی باتیں۔۔۔یہ تو اللہ جانے۔۔۔" بات ختم کر کے امام صاحب وہاں سے چلے گئے۔۔۔نوجوان کو خاصی مایوسی ہوئی، جو اُس کے چہرے پہ واضح تھی۔ چونکہ میں بھی وہاں قریب ہی تھا اور ساری گفتگو سُن رہا تھا میں اُس نوجوان کے پاس بیٹھ گیا۔ سلام دعا کے بعد میں نے اُس سے کہا کہ۔۔۔"میں آپ کے اس سوال کا جواب دے سکتا ہوں۔" میری بات سُن کے اُس کے چہرے پہ دوبارہ امید کی کرن دکھائی دینے لگی۔ اور وہ بولا۔۔۔"یہ سوال اکثر میرے ذہن میں ابھرتا

ہے، اگر آپ مجھے مطمئن کر سکیں تو بڑی مہربانی ہو گی۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا اور کہا۔۔۔"تم تو مریخ کی بات کرتے ہو نا، میں تمہیں کہتا ہوں کہ یہاں اس زمین پہ جس طرف مرضی رخ کر کے نماز ادا کر لو، تمہاری قبول ہو جائے گی۔ بس ایک شرط ہے۔۔۔ کہ نماز پورے دل سے ادا کرنی ہے۔ جب نماز دل سے ادا کرو گے تو فرق نہیں پڑتا کہ تم کہاں اور کس طرف رخ کر کے ادا کر رہے ہو۔"

میری بات سُن کے اُس کے چہرے پہ اطمینان پھیل گیا۔

"امام جی یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں، چھوٹی چھوٹی الجھنیں۔۔۔ جنھیں ہم اگنور کر دیتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ کوئی سوال مت کرو۔ یہی الجھنیں انھیں اسلام سے بد دل کر دیتی ہیں، انھیں یہ لگتا ہے کہ اسلام کے پاس اُن کے سوالوں کا جواب نہیں ہے۔"

میری بات پہ امام جی نے ہنکارا بھرا اور بولے۔۔۔"واقعی یہ بات تو تم نے ٹھیک کہی، علماء اور مولوی صاحبان کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو اپنے جواب سے مطمئن کریں، ان کے دلوں میں اسلام کو لے کے کوئی شک و شبہہ نہیں رہنا چاہیے۔ اصولوں سے بھی پہلے ہمیں انھیں خدا کی محبت کے بارے میں بتانا ہے۔ انھیں بتانا ہے کہ خدا کتنا مہربان ہے۔ اگر ہم بات ہی دوزخ کی سزاؤں سے شروع کریں گے تو کیا خاک اثر ہو گا۔"

"لیکن امام جی۔۔۔ ہم مولویوں کو یہ بات سمجھا نہیں سکتے۔۔۔ کیونکہ مولویوں کو اگر کچھ کہا جائے تو وہ برا بھی تو مان جاتے ہیں۔۔۔ کہ تم کیا جانو اسلام کیا ہے۔۔۔ اب تم ہمیں دین سکھاؤ گے۔۔۔ یہ وہ۔۔۔"

"ہاں۔ یہ بات تو تمہاری ٹھیک ہے۔۔۔ شروع شروع میں واقعی ایسا ہو گا۔ لیکن وہ وقت بھی ضرور آئے گا جب وہ بات سمجھ جائیں گے۔۔۔ یا کم از کم۔۔۔ سب نہ سہی۔۔۔ کوئی تو سمجھے گا۔۔۔"

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

امام جی کی بات پہ میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اور دل ہی دل میں ارادہ کر لیا کہ واپس جا کے محلے کی مسجد کے امام سے ضرور بات کروں گا۔۔۔ تبدیلی لانے کے لیے۔۔۔ کسی نہ کسی کو تو پہل کرنی پڑے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

لوگ بچھڑ کیوں جاتے ہیں

چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ اور گہری خاموشی نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ میں اور امام جی صحن میں بچھی چارپائیوں پہ تاروں بھرے آسمان تلے لیے تھے۔

ہوا چل رہی تھی لیکن ہوا میں خنکی نہیں تھی میں بازوؤں کا تکیہ بنائے لیٹا ہوا تھا۔

"امام جی وہ لوگ ہم سے کیوں جدا ہو جاتے ہیں جن سے ہمیں محبت ہوتی ہے۔۔۔؟؟"

میرے اچانک کیے گئے سوال پہ امام جی نے گردن گھما کے مجھے بغور دیکھا اور بولے۔

"ہمیشہ تو ایسا نہیں ہوتا۔"

"ہمیشہ تو ایسا نہیں ہوتا امام جی۔۔۔ لیکن زیادہ تر ایسا ہی ہوتا ہے کہ انسان جس سے بہت محبت کرتا ہو اسی سے جدا ہو جاتا ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے۔۔۔؟؟"

میری بات پہ امام جی سوچ میں پڑ گئے اور پھر کچھ دیر کے بعد اُن کی آواز خاموشی کا سینہ چیرتی ہوئی میری سماعتوں تک پہنچی۔

"جب ہم کسی انسان کو شدت سے چاہتے ہیں تو جانے اَن جانے میں ہم اُسے پوجنے لگتے ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ موجود رہنے لگتا ہے۔ وہ ہمارے پاس نہ ہو پھر بھی پاس ہوتا ہے۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جب دل و دماغ میں اُس کا خیال نہ ہو ہم اپنی پوری زندگی اُسی ایک انسان سے منسلک کر لیتے ہیں۔ اُسے خوش کرنے کے لیے کسی بھی حد تک چلے جاتے ہیں ہمیں یُوں لگتا ہے وہ نہیں ہو گا تو ہمارا وجود ہی نہیں ہو گا۔ ہم جی نہیں پائیں گے اگر وہ ہمیں نہ ملا تو زندہ ہی نہیں رہیں گے۔ اور پھر وہ ہمیں نہیں ملتا۔ وہ

ہمیں اس لیے نہیں ملتا کیونکہ اتنی محبت صرف خدا کا حق ہے صرف خدا وہ ہستی ہے جسے اتنی شدتوں سے چاہا جائے۔۔۔ اتنی محبت کی جائے۔ اس لیے جب کوئی محبت شدت اختیار کر جائے تو اُسے جدا کر دیا جاتا ہے یہ بتانے کے لیے کہ تم اس کے بغیر بھی جی سکتے ہو۔ اور یہ بتانے کے لیے کہ تم جو کبھی نہ بھولنے کے۔۔۔ کبھی نہ جدا ہونے کے وعدے کرتے ہو۔۔۔ وہ کتنے کمزور۔۔۔ کتنے بودے ہیں۔"

امام جی کی بات پہ میں نے پرسوچ انداز میں ہنکارا بھرا۔

وہ مزید گویا ہوئے۔

"زندگی میں بہت سے لوگ ہمیں اس لیے چھوڑ جاتے ہیں ارحم۔۔۔ تاکہ اللہ ہمیں سمجھا سکے کہ دنیا کی محبتیں فانی ہیں۔۔۔ انہیں زوال آجاتا ہے اور ہمیں یہ سمجھانا ضروری ہے تاکہ ہم دِل سے اللہ کی طرف پلٹ سکیں۔ اور دُنیا کی ہر چیز۔۔۔ ہر رشتے سے زیادہ اللہ سے محبت کر سکیں۔"

میں چارپائی پہ اُٹھ بیٹھا۔ یہ سوال جو میرے جیسے نہ جانے کتنے ہی لوگوں کو پریشان رکھتا تھا۔ آج مجھے اس کا جواب مل رہا تھا۔

امام جی نے مزید کہا۔

"دُنیا کا قُرب خدا سے دُوری کی وجہ بن جاتا ہے۔ اور ہر وہ چیز دنیا میں شمار ہوتی ہے، جس کی فکر میں ہم جدا کو بھول جاتے ہیں۔"

"امام جی اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ دُنیا پہ سچی محبت کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔"

میری بات پہ امام جی مسکرائے اور بولے۔

"سچی محبت وہ ہوتی ہے جو خدا اور بندے کے درمیان ہوتی ہے خدا۔۔۔ جو انسان کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا۔۔۔ اور انسان۔۔۔ جو ساری زندگی خدا کی محبت کا حق ادا نہیں کر پاتا۔۔۔ لیکن خدا سے محبت کرنے کی کوشش کرتا ہی رہتا ہے۔"

"دُنیا اور دُنیا کی محبتیں دھوکے کے سِوا کچھ بھی نہیں۔"

اس سے پہلے کہ تمہیں خاک میں مِلا ڈالیں

خاک ڈالو اِن بے فیض محبتوں پہ

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

میرے معیار سے کم ہے

امام جی اور میں گھر سے باہر صبح کی ترو تازہ اور شفاف ہوا میں چہل قدمی کر رہے تھے۔ اور میں قدرتی مناظر کو انجوائے کر رہا تھا۔ بالاکوٹ کے پہاڑوں پر ٹھنڈی اور بادلوں سے ڈھکی صبح اتری ہوئی تھی۔ سورج ابھی تک طلوع نہیں ہوا تھا۔

یوں ہی چہل قدمی کرتے ہوئے ہم دریا کی طرف نکل آئے۔

اور اس وقت دریائے کنہار کے کنارے بنی سیڑھیوں پہ بیٹھے تھے۔ میں پانی کو سیڑھیوں کے ساتھ سر پٹختے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ہر نئی لہر پرانی لہر کی جگہ لے لیتی تھی۔ ہماری زندگیوں میں بھی تو یہی ہوتا ہے۔لوگ چلے جاتے ہیں اور پھر نئے لوگ اُن کی جگہ لے لیتے ہیں۔

"دریا کا پانی انسان کو بہت اچھا سبق دیتا ہے۔" امام جی میری جانب دیکھتے ہوئے بولے۔

میں یوں ہی سر گھٹنوں پہ رکھے۔۔۔پانی پہ نظریں جمائے خاموش بیٹھا رہا۔ پتا نہیں کیوں ہمیشہ پانی کے قریب آ کے میں خاموش ہو جایا کرتا تھا۔ ایک عجیب سا سحر مجھے جکڑ لیتا تھا اور میرا دل چاہتا تھا میں یوں ہی پہروں بیٹھا۔۔۔ بہتے ہوئے پانی کو دیکھتا رہوں۔ بہتے پانی کی آواز مجھے بہت اچھی لگتی۔

"یہ انسان کو سبق دیتا ہے۔۔۔کہ چاہے راستے میں کتنی اور کیسی ہی مشکلات کیوں نہ آ جائیں۔۔۔لیکن اپنی بقا کے لیے ہر ایک کے ساتھ ٹکرا لے جاؤ۔۔۔اور کبھی بھی ایک جگہ نہ ٹھہر جاؤ۔۔۔بلکہ آگے کی طرف اپنا راستہ خود بناؤ۔۔۔کیونکہ ٹھہر جانے والوں کو یہ دنیا پیروں تلے روند دیا کرتی ہے۔" امام جی کی آواز دریا کے پانی پہ تیرتی ہوئی میری سماعت تک پہنچ رہی تھی۔

''ارحم بیٹا۔۔۔ دلاور نے مجھے بتایا کہ تم روزگار کے بارے میں پریشان ہو۔ اور میرے لیے یہ بہت اچنبھے کی بات ہے کہ اتنے کوالیفائیڈ پرسن کو کہیں بھی جاب نہ ملی ہو۔''

امام جی کی بات پہ میں نے سر اٹھا کے اُن کی طرف دیکھا۔

''ایسا نہیں ہے امام جی کہ مجھے کوئی نوکری نہیں ملی۔۔۔ مجھے بہت سی جگہوں پہ نوکری ملی۔۔۔ لیکن وہ میرے معیار سے کم تھی۔۔۔ جب میں ہر اچھی جگہ سے ناکام ہو رہا تھا تو میں نے کچھ دن کے لیے ایک ایسی جگہ نوکری کر لی تھی۔۔۔ لیکن میں بہت جلد ذہنی طور پہ تھک گیا تھا۔ اور گھبرا کے میں نے وہ جاب بھی چھوڑ دی۔ کچھ اُس میں لوگوں کا بھی ہاتھ تھا۔۔۔ یار دوست کہتے۔۔۔ تم تو ٹاپ کیا کرتے تھے۔۔۔ تمہیں تو بہت اچھی جاب کرنی چاہیے۔ یہ کیسی جاب کر رہے ہو۔ بس ان تمام باتوں نے میرا دل اُس سے اچاٹ کر دیا تھا۔''

''میں اکثر سوچتا ہوں امام جی۔۔۔ جب میں نے دوسروں سے زیادہ محنت کی ہے تو پھر مجھے اُن کے برابر کی نوکریاں کیوں ملتی ہیں۔۔۔ مجھے اُس معیار کی جاب کیوں نہیں ملتی۔۔۔ جس معیار کی میں محنت کرتا رہا ہوں۔''

میری بات پہ امام جی نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا۔

''کہہ تو تم ٹھیک رہے ہو۔۔۔ جب توقع سے کم ملے تو ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔۔۔ جیسا اس وقت تم محسوس کر رہے ہو۔۔۔ لیکن میرے بچے تمہیں جو نوکریاں مل رہی تھیں۔۔۔ وہ نہیں چھوڑنی چاہیے تھیں۔۔۔ زندگی میں جب موقع مل رہا ہو تو اُسے کبھی نہیں گنوانا چاہیے۔''

''میں یہ نہیں کہتا کہ تم اپنا معیار کم کر لو۔۔۔ یہ شاید تمہارے لیے ممکن بھی نہیں ہے۔۔۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ تمہیں۔۔۔ موقع کی مناسبت سے فیصلہ کرنا چاہیے۔۔۔ جو مل رہا ہو۔۔۔ وہ لے لو۔۔۔ اور ساتھ میں جو تمہیں چاہیے اُس کے لیے اپنی کوشش بھی جاری رکھو۔'' امام جی نے میرے کند

ھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"دیکھو ارحم۔۔۔دنیا میں دو ہی طرح کے لوگ ہیں۔۔۔ایک وہ جو تاریخ میں اپنا ایک نام مقام بنا جاتے ہیں اور ایک وہ جو۔۔۔وقت کے ساتھ ماضی کا حصہ ہو جاتے ہیں۔اب یہ تم پہ منحصر ہے کہ تم کس کیٹگری کے انسان بننا چاہتے ہو۔"

"امام جی میرے دل میں ایک خواہش اپنے قدم جما چکی ہے۔۔۔دوسروں سے کچھ مختلف کرنے کی خواہش۔۔۔اپنا ایک نام بنانے کی خواہش۔۔۔"

"ارحم یہ جو ہمارے اندر کی بے چینی ہوتی ہے۔۔۔جو ہمیں راتوں کو جاگ کر یہ سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ آخر ہم اپنی زندگی کے یہ گنے چُنے سال کس کام میں صرف کرنے والے ہیں۔۔۔یہ تو اللہ کی وہ نعمت ہے۔۔۔جو کم ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔اس سے گھبرانا نہیں چاہیے۔۔۔دنیا میں جتنے بھی نامور لوگ گزرے ہیں وہ اسی کیفیت کا شکار ہوئے۔۔۔لیکن انھوں نے عمل کرنا کبھی نہیں چھوڑا۔۔۔انھوں نے حالات کے بہتر ہونے کا انتظار نہیں کیا۔۔۔بلکہ اپنے مقصد کو ذہن میں رکھتے ہوئے۔۔۔زندگی کے ساتھ اپنی بقا کے لیے جنگ جاری رکھی۔"

"کامیاب انسان وہ نہیں ہوتا۔۔۔جو مسلسل کامیابیاں حاصل کر رہا ہو۔کامیاب انسان تو وہ ہوتا ہے جو گر جائے تو اُٹھ کھڑا ہو۔پھر گر جائے تو پھر سے اُٹھ کھڑا ہو۔حوصلہ نہ ہارنا ہی اصل کامیابی ہے۔"

"جو لڑ کے ہار جاتا ہے وہ اُس انسان سے بہتر ہے جو بغیر لڑے ہار مون لے۔"

اچھے وقت کا انتظار مت کرو

وقت تو بیتا جا رہا ہے

دھیرے دھیرے زندگی ختم ہو رہی ہے

اپنی خواہش نہ مارو

جو چاہتے ہو، کر ڈالو
جی بھر کے جیو زندگی
ہر وہ کام کرو
جو تم سوچتے ہو کہ
ایک دن ضرور کروں گا
وہ دن آج ہی کا دن ہے
بس یہ سمجھ آتے آتے زندگی بیت جاتی ہے

امام جی کی بات پہ میں نے ایک نظر انھیں دیکھا۔ اور اثبات میں سر ہلا دیا۔ مجھے واقعی اُن کی بات پسند آئی تھی۔ جیسی بھی جاب مل رہی تھی مجھے کر لینی چاہیے تھی۔۔۔ اور پھر اُس کے ساتھ ساتھ اپنے خوابوں کی طرف بھی سفر جاری رکھتا۔۔۔ اور جو پانا چاہتا ہوں وہ ایک روز ضرور پا لیتا۔ خیر ابھی بھی وقت تھا۔۔۔ میں نے دل میں مصمّم ارادہ کیا کہ واپس جاتے ہی۔ موجود آپشنز میں سے کسی ایک جگہ جاب کر لوں گا۔

اس ارادے کے ساتھ ہی ایک سکون سا میرے رگ وپے میں اتر گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

میرا نام

امام جی کے گھر کے قریب ہی پہاڑوں کے درمیان ایک جگہ درختوں کا جھنڈ سا تھا۔ وہ جگہ ناہموار تھی، بہت سے درخت اوپر نیچے ڈھلان پر اُگے ہوئے تھے۔ میں سہ پہر کے وقت ہر روز وہاں چلا آیا کرتا۔ اس جگہ کی خاموشی مجھے بہت سکون دیتی تھی۔ ایسی خاموشی اور ایسا سکون شہروں میں کہاں میسر تھا۔۔۔وہاں تو بس ٹریفک ہے۔۔۔ شور ہے۔۔۔ آلودگی ہے۔۔۔اور بھاگتی دوڑتی زندگی ہے۔۔۔

میں اس پر سکون اور خوبصورت گوشے میں بیٹھ کے ڈائری لکھا کرتا تھا۔ مجھے شروع سے ہی ڈائری لکھنے کی عادت تھی۔ جو بھی دن بھر میرے ساتھ بیتتی۔۔۔میں ڈائری میں تحریر کر دیا کرتا۔ اب بھی زندگی کے جو انمول سبق امام جی مجھے سکھا رہے تھے۔ میں انھیں اپنی اس ڈائری میں قلم بند کر رہا تھا۔

آج بھی میں درخت سے ٹیک لگائے ڈائری لکھنے میں مصروف تھا جب مجھے اپنے چہرے پہ کسی کی نظروں کا احساس ہوا۔۔۔ جس سے میرا ارتکاز ٹوٹ گیا۔ نظر اُٹھا کے آس پاس دیکھا۔ تو پاس ہی ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگائے دس بارہ سال کا بچہ مجھے محویت سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کا لباس میلا تھا اور پاؤں میں جوتا بھی نہیں تھا لیکن بچے کے چہرے پہ بے انتہا معصومیت تھی۔

میں نے اُسے اشارے سے پاس بلایا۔ وہ فوراً چلا آیا۔

قریب آنے پہ میں نے اُسے ہاتھ سے پکڑ کے پاس بٹھا لیا۔

"کیا نام ہے تمہارا۔۔۔؟؟" میں نے ڈائری بند کر کے دوستانہ انداز میں پوچھا۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

"ارباز خان۔۔۔" اُس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"اسکول جاتے ہو۔۔۔؟؟" میں نے اگلا سوال کیا۔

تو اس بار جواب میں اُس نے گردن نفی میں ہلا دی۔

"کیوں۔۔۔؟؟"

"ام (ہم) اپنے ابا کے ساتھ کام پہ جاتا ہے۔" اُس نے معصومیت سے کہا۔

"اوہ۔۔۔" مجھے سُن کر بہت دکھ ہوا۔ لیکن حقیقت یہی تھی کہ اس علاقے کے بہت کم لوگ اپنے بچوں کو تعلیم دلوا رہے تھے۔ اور بیشتر کا خیال تھا کہ۔۔۔ بیٹوں کو شروع سے ہی باپ کے ساتھ اُس کے کام میں ہاتھ بٹانا چاہیے۔

"تم کو (تمہیں) امارا (ہمارا) نام آتا ہے۔۔۔؟؟" بچے کے سوال پہ میں نے ناسمجھی سے اُسے دیکھا۔

"ہاں ابھی تو تم نے بتایا کہ تمہارا نام ارباز خان ہے۔"

میرے جواب پہ اُس نے سر دائیں بائیں ہلایا اور بولا۔

"نہیں۔۔۔ وہ تو ام (ہم) کو بھی آتا ہے۔۔۔ ہم لکھنے کی بات کر رہا ہے۔۔۔ کیا تمہیں لکھنا آتا ہے امارا (ہمارا) نام۔۔۔؟؟" اب کہ وہ ڈائری کی طرف اشارہ کر کے مجھے سمجھانے والے انداز میں بولا۔

"اوہ اچھا۔۔۔ اب سمجھا۔۔۔ ہاں آتا ہے۔۔۔" میں ہنستے ہوئے بولا۔

"ام (ہم) کو بھی سکھا دو۔۔۔ ام (ہم) بھی اپنا نام لکھنا چاہتا ہے۔" اُس نے اتنی حسرت سے کہا کہ کچھ لمحے کے لیے تو میں بالکل خاموش ہو گیا۔

پھر ڈائری کھول کے میں نے ایک خالی صفحہ نکالا۔۔۔ اور اُسے اُس کا نام لکھنا سکھانے لگا۔۔۔ یہ

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

خاصا مشکل کام تھا کیونکہ اُس نے اس سے پہلے کبھی پنسل بھی نہیں پکڑی تھی۔۔۔ لیکن وہ بہت شوق سے سیکھ رہا تھا۔۔۔ اور جب کافی دیر کی محنت اور پریکٹس کے بعد اُسے اپنا نام لکھنا آ گیا۔۔۔ تو اُس کی خوشی دیدنی تھی۔ وہ خالی صفحے پہ بار بار اپنا نام لکھ رہا تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے۔۔۔؟؟" اب کے اُس نے مجھ سے پوچھا۔

"ارحم۔۔۔"

"ارحم۔۔۔" اُس نے میرا نام دہرایا۔

"ام (ہم) ساری زندگی تمہارا نام یاد رکھے گا۔۔۔ ارحم بھائی۔۔۔"

"کیوں۔۔۔؟؟۔۔۔ میرا نام کیوں یاد رکھو گے۔۔۔؟؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"کیونکہ تم نے ام (ہم) کو امارا (ہمارا) نام سکھایا ہے۔۔۔ ام (ہم) تمہارا نام کیسے بھول سکتا ہے۔" وہ سادگی سے بولا تو مجھے اُس پہ بہت پیار آیا۔

"اب ام (ہم) چلتا ہے۔۔۔ ورنہ ابا ام (ہم) کو مارے گا۔" وہ جانے لگا تو میں نے ہاتھ میں پکڑا اپنا پسندیدہ پین اُسے تھما دیا۔

"یہ رکھ لو میری طرف سے تحفہ سمجھ کے۔۔۔"

پین پکڑ کے وہ بہت خوش ہوا۔ اور تشکر آمیز انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ پھر وہ دوسری طرف بنی سڑک کی طرف بھاگ گیا۔ اور جلد ہی میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

"کاش میں پہاڑوں میں بسنے والے ان معصوم بچوں کے لیے کچھ کر سکوں۔" میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ لیکن بہت سی باتیں ہم صرف سوچتے ہیں، اُن کے بارے میں کرتے کچھ بھی نہیں۔

بہر حال میں اس وقت جو خوشی محسوس کر رہا تھا، وہ شاید میں نے اپنی ساری زندگی میں محسوس نہیں کی تھی۔ اُس بچے کا مسکراتا ہوا چہرہ ہمیشہ کے لیے میرے دل پہ نقش ہو گیا تھا۔

کوئی اتنا سا علم پا کے بھی خوش ہو جاتا ہے۔

اور کوئی عالم بن کے بھی تشنہ رہ جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

تکبر بربادی کی ضمانت

امام جی ابا کے ساتھ محوِ گفتگو تھے، جب دروازے پہ دستک ہوئی۔
میں دروازے پہ گیا تو کوئی گل خان تھا۔۔۔ جو امام جی کو بلانے آیا تھا۔
میں نے اندر جا کے امام جی کو اطلاع کر دی۔
امام جی نے اُسی وقت سلیپر پہنے اور جانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے مجھے بھی ساتھ آنے کو کہا۔
گھر سے نکل کے ہم گل خان کے ساتھ چلنے لگے۔
"صاحب کی طبیعت رات سے بہت خراب ہے۔۔۔" وہ امام جی کو بتا رہا تھا۔ شاید وہ اپنے مالک کا ذکر کر رہا تھا۔ میں خاموشی سے چلتا رہا۔
جلد ہی ہم ایک بڑے سے گھر کے گیٹ پہ پہنچ گئے۔ گیٹ کے باہر "اسفند یار خان" کے نام کی تختی لگی تھی۔
سفید گیٹ عبور کر کے ہم اندر داخل ہو گئے۔ گیٹ سے آگے سفید پتھروں سے بنا خوبصورت اور طویل ڈرائیو وے تھا۔ اور بائیں ہاتھ لان تھا جس کے دہانے پر جدید طرز کا برآمدہ تھا۔۔۔ جہاں کرسیاں بچھی تھیں۔ یہ گھر علاقے کے دوسرے گھروں سے بہت مختلف تھا۔ امارت اس کی ہر چیز سے جھلک رہی تھی۔
ہمیں ڈائریکٹ اسفند یار خان کے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ کمرے میں آتش دان جل رہا

تھا۔۔۔اور سردی کا شائبہ تک نہ تھا۔

اسفند یار صاحب بستر پر تھے۔ امام جی کو دَم کے لیے بلایا گیا تھا۔ امام جی نے شفا کی آئتیں پڑھ کے پانی پہ دَم کیا اور ملازم سے کہا کہ انھیں پلا دے۔ ملازم نے اسفند یار کو سہارا دے کے بٹھایا اور کپ اُن کے منہ سے لگا دیا۔ اُن کے کمزور جسم میں واضح کپکپاہٹ تھی۔

پانی پیتے ہوئے ملازم سے ذرا سی چوک ہو گئی اور تھوڑا سا پانی اُن کے گریبان پہ گر گیا۔

"حرام خور۔۔۔بے غیرت۔۔۔یہ کیا کیا ہے۔۔۔" وہ ملازم پہ گرجے اور ہاتھ سے اُسے پرے دھکیلا۔۔۔مغلظات کا ایک طوفان اُن کے منہ سے نکل رہا تھا۔

ملازم مؤدب انداز میں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ ہمارے سامنے اپنی بے عزتی پہ اُسے خاصی شرمندگی ہو رہی تھی۔

"اب کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔۔جاؤ دوسرے کپڑے نکالو اور مجھے تبدیل کرواؤ۔۔۔" وہ درشتی سے بولے تو ملازم سر ہلاتا ہوا وارڈروب کی جانب بڑھ گیا۔

اسی اثنا میں ایک دوسرا ملازم چائے کے ساتھ بہت سے لوازمات کی ٹرالی گھسیٹتا آ گیا۔

"بلاوجہ تکلف کیا آپ نے۔۔۔" امام جی نے چائے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"تکلف کی کیا بات ہے امام صاحب۔۔۔ آپ ہمارے بلانے پہ آ جاتے ہیں یہ آپ کی مہربانی ہے۔ اور آپ کی مہمان نوازی کرنا ہمارا فرض ہے۔" اسفند یار نے بے تاثر لہجے میں کہا۔

چائے پینے کے بعد امام جی نے اجازت طلب کی اور ہم اُن کے گھر سے نکل آئے۔

گھر سے باہر آ کے امام جی خاموش سے تھے۔

کچھ دیر کے بعد گہرا سانس بھر کے بولے۔۔۔"تکبر انسان کی بربادی کی ضمانت ہے۔"

"کیا مطلب امام جی۔۔۔؟؟" میں نے دھیرے سے سوال کیا۔

''اسفند یار خان اس علاقے کی بہت با اثر شخصیت ہے۔۔۔جدی پشتی رئیس ہے۔۔۔جوانی میں ان کی دہشت کا یہ عالم تھا کہ آس پاس کے علاقوں کے لوگ بھی ان کا نام سُن کے کانوں کو ہاتھ لگاتے تھے۔ یہ لوگوں کو سُود پر قرضہ دیتے اور واپس نا کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے۔ کوئی بھی ظالم کا ہاتھ پکڑنے کی جرأت نہیں رکھتا تھا۔ علاقے کا ایس ایچ او بھی ان کے حکم کا غلام تھا۔ لیکن اللہ ظالم کو ظلم کی سزا ضرور دیتا ہے۔ پچھلے تین سالوں سے اسفند یار خان بستر پہ پڑا ہے۔ ڈاکٹرز بیماری کی تشخیص کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ درد ایسا شدید ہوتا ہے کہ خود مرنے کی دعائیں کرتا ہے۔۔۔لیکن موت بھی نہیں آتی۔ اس سب کے باوجود اکڑ ہے کہ جاتی ہی نہیں۔ چھوٹی چھوٹی بات پہ ملازموں پہ برس جاتا ہے۔ اللہ ہی ہے اس کو ہدایت دے۔'' امام جی کے چہرے پہ گہری سنجیدگی تھی۔

''ارحم میری ایک بات ہمیشہ کے لیے پلے سے باندھ لو۔۔۔'' اب وہ مجھے مخاطب کرتے ہوئے بولے۔

''زندگی میں چاہے تم کسی بھی مقام پہ پہنچ جاؤ۔۔۔چاہے کیسی ہی بلندیوں کو چھو لو۔۔۔لیکن یہ کبھی مت بھولنا کہ تمہارا وجود مٹی ہے۔۔۔اور ایک روز اسی مٹی کی چادر اوڑھ کے سو جانا ہے۔۔۔تکبر کو کبھی اپنے دل میں جگہ نہ دینا۔۔۔کیونکہ جب یہ دل میں آجائے تو نعمت کو زوال آجاتا ہے۔۔۔تکبر چاہے عزت کا ہو۔۔۔دولت کا۔۔۔یا عبادت کا۔۔۔یہ انسان کو برباد کر کے چھوڑتا ہے۔۔۔''

امام جی نے بات کے درمیان وقفہ لیا۔

''کامیابی حاصل کرنا اتنا مشکل نہیں ہے۔۔۔جتنا اُسے برقرار رکھنا۔۔۔اس لیے اگر چاہتے ہو کہ کامیابی تمہارے قدم چومتی رہے۔۔۔تو اُس پہ تکبر کا سایہ نہ پڑنے دینا۔۔۔کیونکہ تکبر چاہے رائی کے دانے کے برابر ہی کیوں نہ ہو یہ تمہیں جنت میں نہیں جانے دے گا۔''

میں نے امام جی کی بات پہ اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ مزید بولے۔

جانتے ہو۔۔۔

شیطان ۔۔۔اسی ہزار سال تک ملائک کا ساتھی رہا۔۔۔چالیس ہزار سال تک جنت کا خزانچی رہا۔۔۔بیس ہزار سال تک ملائک کو وعظ سناتا رہا۔۔۔ تیس ہزار سال تک مقربین کا سردار رہا۔۔۔چودہ ہزار سال تک عرش کا طواف کرتا رہا۔۔۔

پہلے آسمان پہ اُس کا نام "عابد" تھا۔۔۔ دوسرے پہ "زاہد"۔۔۔تیسرے پہ "عارف"۔۔۔ چوتھے پہ "ولی"۔۔۔پانچویں پہ "تقی"۔۔۔چھٹے پہ "خزان"۔۔۔ساتویں پہ "عزازیل"۔۔۔اور لوحِ محفوظ میں۔۔۔"ابلیس۔۔۔"۔۔۔"تکبر" نے اُسے کیا سے کیا بنا دیا۔

"عاجز جاہل۔۔۔ مغرور عالم سے۔۔۔بدرجہا بہتر ہے۔"

"اس لیے میرے بچے۔۔۔ جہاں تک ہو سکے تکبر سے بچو۔۔۔یہ انسان کو عرش سے فرش پہ لے آتا ہے۔" امام جی کہہ کر خاموش ہو گئے۔

"جی امام جی۔۔۔اللہ پاک ہمارے دلوں کو تکبر جیسی لعنت سے محفوظ رکھے۔۔۔" میں نے صدق دل سے دعا کی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

مستقبل کی پیشینگوئی

میں بالاکوٹ کی ایک مصروف سڑک پہ چل رہا تھا سڑک کے اطراف میں ہوٹلز قطار دَر قطار بنے ہوئے تھے۔ لوگ بے فکری سے زندگی کو انجوائے کرنے پہاڑی علاقے میں سیر و سیاحت کی غرض سے آئے ہوئے تھے اور ہوٹلز والوں کا کاروبار خوب چمکا ہوا تھا۔

میں جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے چہرے پہ مسکراہٹ سجائے سڑک کے ایک طرف چلتا جارہا تھا۔

ایک ہوٹل کے اوپن ایریا میں کچھ لوگ دائرے کی شکل میں کھڑے تھے۔ تجسّس کے مارے میں بھی اُن کے قریب چلا آیا۔ قریب جانے پہ معلوم ہوا کہ کوئی صاحب ہاتھ کی لکیریں دیکھ رہے تھے۔ اور سیدھے سادھے لوگوں کو بیوقوف بنا کے پیسے ٹھگ رہے تھے میں جو تجسّس کے مارے ہجوم کے قریب آیا تھا، بددل ہو کے اُن کے پاس سے ہٹ آیا اور پھر سے سڑک پہ چلنے لگا۔

”نہ جانے لوگوں کو مستقبل اور قسمت کا حال جاننے کا اتنا اشتیاق کیوں ہوتا ہے۔“ میں نے دل ہی دل میں سوچا اور گھر واپس آنے پہ یہی سوال امام جی سے بھی کیا۔

میرے سوال سے امام جی کے چہرے پہ وہی شفیق سی مسکراہٹ دَر آئی اور وہ اپنے ازلی پُرسکون انداز میں بولے۔

”لوگ نہ جانے قسمت کا حال جاننے کے لیے اور مستقبل کی پیشینگوئی کے لیے دوسروں کے پاس کیوں جاتے ہیں، حالانکہ یہ تو وہ خود بھی جان سکتے ہیں۔“

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

امام جی کی بات پہ مجھے حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔

"امام جی آپ مانتے ہیں ایسی باتوں کو۔۔۔؟؟ کیا واقعی انسان مستقبل کا حال جان سکتا ہے؟؟"

"مستقبل کا حال جاننے کے لیے ستاروں کی گردش اور ہاتھوں کی لکیریں دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی کسی نجومی یا کاہن کے پاس جانے کی ضرورت ہے بلکہ اپنے حال میں جھانکنے کی ضرورت ہے۔"

امام جی کی بات پہ میری حیرت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔۔۔ اگر واقعی امام جی کسی ایسی تکنیک کے بارے میں جانتے تھے جس کے ہوتے ہوئے انسان کو کسی نجومی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں اور نا ہی کسی کو ہاتھ کی لکیریں دکھانے کی ضرورت ہے تو پھر یہ تو بہت کمال کی بات تھی۔ کیونکہ ہر روز لاکھوں لوگ اس کام پہ اپنا پیسہ پانی کی طرح بہا رہے تھے جس سے وہ کسی طرح اپنے مستقبل کے بارے میں جان سکیں اور کچھ نہیں تو کوئی ہنٹ (Hint) ہی مل جائے۔ جس سے وہ مستقبل کے بارے میں کوئی بہتر فیصلہ کرنے کے قابل ہو جائیں۔

"امام جی کیا آپ مجھے وہ تکنیک بتا سکتے ہیں جس سے ہمیں مستقبل کا پتا چل سکے۔" میں ان باتوں پہ یقین نہیں رکھتا تھا۔ لیکن امام جی کی بات نے میرے دل میں بھی اپنے مستقبل کا حال جاننے کا شوق پیدا کر دیا تھا۔

میری بات سُن کے امام جی بولے۔

میں نے کہیں پڑھا تھا کہ۔۔۔ "انسان کا حَال اُس کے ماضی کا پتا دیتا ہے اور مستقبل کی پیشینگوئی کرتا ہے۔"

تو میاں سیدھی سی بات ہے۔

"جو کامیابی تمہیں آج ملتی ہے، وہ تمہاری ماضی میں کی گئی محنت کا نتیجہ ہے اسی طرح جو محنت تم

آج کرو گے وہ تمہارے مستقبل کی کامیابی کی ضمانت ہو گی۔"

"حال وہ آئینہ ہے جس میں تم اپنا مستقبل دیکھ سکتے ہو۔"

امام جی مزید بولے۔

"جو فیصلے تم آج لو گے، وہی کل کو تمہارا مستقبل ہوں گے۔ اسی طرح جو بیج تم آج بوؤ گے، وہی کل کو کاٹو گے۔ اگر تم اپنے آج میں اچھے کام کر رہے ہو اور کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی نہیں کر رہے، تو کل کو تمہارے ساتھ بھی کچھ برا نہیں ہو گا۔ کیونکہ اللہ کبھی کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں ہونے دیتا۔"

"واقعی یہ تو بہت سامنے کی بات ہے ہمارا مستقبل تو خدا نے ہمارے آج میں نہاں رکھا ہے جو اپنے آج کو سنوار لے گا، اُس کا مستقبل سنور جائے گا۔"

ہمارا مستقبل ہمارے ہاتھوں کی لکیروں میں نہیں چھپا ہوتا، نا ہی ستاروں کی گردش اُس پہ اثر انداز ہوتی ہے۔ بلکہ ہمارا مستقبل تو ہمارے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے اُسے تاریک یا روشن ہم اپنے اعمال سے بناتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

جو نیکی میسر ہے

امام جی کے پاس لڑکے پڑھنے آئے ہوئے تھے۔ میں بھی اب اکثر انھیں کوئی نہ کوئی ٹاپک سمجھا دیتا تھا۔ اس وقت بھی میں ایک طالب علم کو ریاضی کے سوال کروا رہا تھا۔

”مجھے بھی پڑھنے دو۔۔۔ میں کل تک خرید لوں گا کتاب۔۔۔“ مجھے سرگوشی نما آواز سنائی دی۔

کونے میں بیٹھا لڑکا ساتھ والے لڑکے سے کتاب شیئر کرنے کو کہہ رہا تھا لیکن وہ بالکل بھی کتاب شیئر کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

”تم ہر روز یہی کہتے ہو۔۔۔“ اُس نے قدرے دھیمی آواز میں لیکن درشتی سے کہا۔

”آج آخری بار دکھا دو۔۔۔“ دوسرا لڑکا منّت بھرے لہجے میں بولا۔

میں خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

”گوہر۔ دکھا دو اُس کو بھی۔“ میرے کہنے پہ لڑکے نے چاروناچار اپنی کتاب درمیان میں رکھ لی۔

جب میں پڑھا کے فارغ ہو چکا تو سب سے پوچھنے لگا کہ وہ پڑھ لکھ کے کیا کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ کیا بننا چاہتے ہیں۔

ہر کسی نے کوئی نہ کوئی خواب ضرور دیکھ رکھا ہوتا ہے اپنے مستقبل کے حوالے سے۔

سب لڑکے باری باری اپنی خواہش کا اظہار کرنے لگے۔ کوئی ڈاکٹر بننا چاہتا تھا۔۔۔ کوئی ٹیچر بننا چاہتا تھا۔

''میں عمران خان بننا چاہتا ہوں۔۔۔'' ایک لڑکے نے جواب دیا۔ جس کا نام عمران ہی تھا۔

میری ہنسی چھوٹ گئی۔

''عمران خان کیوں بننا چاہتے ہو۔۔۔؟؟'' میں نے وجہ جاننی چاہی۔

''وہ ہمارا ہیرو ہے۔۔۔'' وہ لڑکا فخر سے بولا۔

''اوکے گڈ۔۔۔'' میں ہنسی دباتے ہوئے بولا۔

''میں لوگوں کے کام آنا چاہتا ہوں۔۔۔ماسٹر جی کی طرح۔۔۔'' گوہر نے امام جی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ وہی لڑکا تھا جو کچھ دیر پہلے اپنی کتاب بھی شیئر نہیں کر رہا تھا۔

میں نے اُس وقت تو اُسے کچھ نہیں کہا لیکن جب چھٹی کے وقت سب جانے لگے تو اُسے روک لیا۔

اب صرف وہ اور میں رہ گئے تھے۔

''تم کس طرح لوگوں کے کام آنا چاہتے ہو۔۔۔؟؟'' میں نے اُس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا۔

''جب میں بڑا ہو جاؤں گا۔۔۔ اور میرے پاس بہت روپے ہوں گے۔۔۔ تو میں لوگوں کے لیے بہت سے اچھے کام کروں گا۔'' وہ جوش سے بتانے لگا۔

''لیکن تم تو اپنے دوست کے ساتھ اپنی کتاب بھی شیئر نہیں کر سکتے۔۔۔ تم لوگوں کی مدد کیسے کرو گے۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا تو وہ خاموش ہو گیا۔

''دیکھو بیٹا۔۔۔ جس وقت جتنی نیکی میسر ہو۔۔۔ کر لینی چاہیے۔۔۔'' میں نے نرمی سے اُسے سمجھایا۔

''تم میں نیکی کرنے کا جذبہ ہے تو مناسب وقت اور موقع کا انتظار مت کرو۔۔۔ ہر روز چھوٹی چھوٹی نیکیاں کرتے رہو۔۔۔ ہر دن کسی نہ کسی کی مدد کرتے رہو۔۔۔ چاہے وہ ایک کتاب شیئر کرنے

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

جتنی ہی کیوں نہ ہو۔۔۔" میری بات پہ وہ سوچ میں گم ہو گیا۔

"آئندہ نیکی کا موقع ہاتھ سے جانے تو نہیں دو گے۔۔۔؟؟"

"نہیں ماسٹر جی۔۔۔" وہ نفی میں سر ہلاتا ہوا بولا۔ جب سے میں نے انھیں پڑھانا شروع کیا تھا وہ مجھے بھی ماسٹر جی کہنے لگے تھے۔

"گڈ۔۔۔" میں نے یک لفظی جواب دیا۔ اور پھر اُسے جانے کی اجازت دے دی۔

ہم میں سے بہت سے لوگ سوچتے ہیں۔۔۔ کہ جب وہ امیر ہو جائیں گے تو کیسے لوگوں کے کام آیا کریں گے۔۔۔ جبکہ میرے خیال میں۔۔۔ خدا ہر کسی کو ہر روز نیکی کرنے کا موقع ضرور دیتا ہے۔۔۔ چاہے وہ نیکی راستے سے پتھر ہٹانے جتنی ہی کیوں نہ ہو۔۔۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ جتنی نیکی میسر ہو۔۔۔ کر ڈالیں۔۔۔ کیا پتا پھر زندگی موقع دے نہ دے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

دل رکھنے کی باتیں

امی اور ازمینہ میں تو خوب بن گئی تھی۔ امی بھی یہاں آ کے بہت خوش تھیں۔ انھیں سادہ دل سی ازمینہ بہت پسند آئی تھی۔

اس وقت بھی دونوں بر آمدے میں بیٹھی تھیں، امی سبزی بنا رہی تھیں جبکہ ازمینہ چاول چن رہی تھی۔ اور ساتھ میں دونوں باتیں بھی کر رہی تھیں۔

میں صحن میں چہل قدمی کر رہا تھا۔ اُن دونوں کی باتوں کی آوازیں مجھ تک بآسانی آ رہی تھیں۔

"آنٹی آپ کی سمائل (مسکراہٹ) بہت پیاری ہے۔" ازمینہ امی کی مسکراہٹ کی تعریف کر رہی تھی۔

"آپ جس دن سے آئی ہیں میں نوٹ کر رہی ہوں کہ یہ مسکراہٹ ہر وقت آپ کے چہرے پہ موجود رہتی ہے۔۔۔ کیا آپ ہمیشہ ایسے ہی خوش اور پر سکون رہتی ہیں۔۔۔؟؟" اُس نے معصومیت سے سوال کیا۔ اور میں سوچ رہا تھا اتنے کم عرصے میں کیسے اُس نے یہ بات نوٹ کر لی تھی۔ اور میں ساتھ رہتے ہوئے بھی نہیں جان پایا تھا۔ واقعی میں نے کبھی امی کو غصے میں نہیں دیکھا تھا۔ برے سے برے حالات میں بھی وہ پر سکون رہتی تھیں۔

"دیکھو بیٹا میں ہمیشہ اس لیے پر سکون رہتی ہوں کیونکہ وقت جیسا بھی ہو گزر ہی جاتا ہے۔ تو کیا فائدہ ہے کڑھنے کا اور پریشان ہونے کا۔۔۔ انسان کو ہمیشہ مثبت سوچ رکھنی چاہیے۔۔۔ رات چاہے کتنی ہی گہری کالی کیوں نہ ہو۔۔۔ اُس کے اختتام پہ صبح ضرور ہوتی ہے۔"

ہر روز نیا سورج اگلتی ہے
رات روشن ہے کتنی اندر سے

امی نے نہ جانے کہاں سے پڑھا ہوا شعر اُسے سنایا۔

"امی یہ تو دل رکھنے کی باتیں ہیں۔۔۔" میں نے برآمدے کے قریب کھڑے ہو کے کہا۔

"بھلے ہی یہ دل رکھنے کی باتیں ہیں۔۔۔ لیکن اگر ان باتوں سے۔۔۔ مایوسی کے اندھیرے کم ہوتے ہیں۔۔۔ اور جینے کی امنگ پیدا ہوتی ہے۔۔۔ تو پھر ایسی باتیں کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" امی نے میری طرف دیکھتے ہوئے اپنے ازلی پرسکون انداز میں کہا۔

"میرے بیٹے۔۔۔ اگر ہماری ان باتوں سے کوئی دکھی دل خوش ہو جاتا ہے۔۔۔ کوئی ہمت ہارتا ہوا انسان ہمت پکڑ لیتا ہے۔۔۔ کوئی مایوسی کی انتہاؤں کو چھوتا ہوا انسان واپس زندگی کی طرف پلٹ آتا ہے۔۔۔ تو پھر یہ دل رکھنے کی باتیں کرنے میں کیا برائی ہے۔"

"لیکن امی ایسی کوشش کا بھی کیا فائدہ جس کا انجام پہلے سے معلوم ہو۔"

"ارحم ایک اس بات کے لیے ہم کوشش کرنا چھوڑ تو نہیں سکتے۔۔۔ امید تو ہوتی ہے نا۔۔۔ اور امید کا دامن تو مرتے دم تک نہیں چھوڑنا چاہیے۔" امی نے سمجھاتے ہوئے کہا تو ازمینہ نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"جب لگن سچی ہو اور خدا کی ذات پہ کامل یقین ہو تو ناممکن سے بھی ممکن نکل آتا ہے۔" ازمینہ نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہم بے شک کسی خواہش کو پورا نہ کر سکیں۔۔۔ لیکن ہمیں خواب دیکھنے نہیں چھوڑنے چاہئیں۔۔۔ خواب تو زندگی ہوتے ہیں۔" وہ مزید بولی۔

"زندگی کی حقیقتیں اور سچائیاں چاہے کتنی ہی تلخ کیوں نہ ہوں، ہمیں امید بھرے لفظوں سے ان

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

میں چاشنی گھولتے ہی رہنا چاہیے۔"

"بھئی میں آپ دونوں سے باتوں میں نہیں جیت سکتا۔" میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کے ہار مانتے ہوئے کہا۔

اسی وقت میرے موبائل کی رنگ ٹون بجنے لگی۔ میں نے جیب سے موبائل نکالا، میرے عزیز از جان دوست مبشر کی کال آرہی تھی۔ کال اٹینڈ کر کے میں اُن کے پاس سے ہٹ آیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

زندگی

زندگی اتنی تیزی سے بدل رہی ہے کہ
انسان کو حیران ہونے کا موقع بھی نہیں دے رہی
لوگ یوں چھوڑ جاتے ہیں
جیسے ہمیں کبھی جانتے ہی نہ تھے
کامیابیوں کا جنون
رشتوں کی خوبصورتیاں نگل رہا ہے
ہر ایک سے آگے بڑھنے کی جستجو میں
ہم اکیلے ہوتے جا رہے ہیں
ہمارے ساتھ رہنے والوں کو موت یوں اپنے شکنجے میں لیتی ہے کہ
گمان ہوتا ہے وہ لوگ کبھی جیسے ہی نہ تھے
انسان پستیوں کی اُن گہرائیوں میں گر گیا ہے
کہ شیطان اب انسان سے پناہ مانگنے لگا ہے
زندگی بہت مختصر ہے
ایک روز یوں مَر جانا ہے
جیسے ہمارا کبھی کوئی وجود تھا ہی نہیں

تو کیا فائدہ

ان جھگڑوں کا

اور جدائیوں کا

اس زندگی کو اپنے لیے اور دوسروں کے لیے جہنم نہ بنائیں

اِسے اِس دُنیا پہ جنت بنا دیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

پچھلے پہر کے آنسو

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا جب پیاس کی شدت سے میری آنکھ کھل گئی۔ پاؤں میں سلیپر پہن کے میں کمرے سے باہر آگیا۔ رات گہری اور کالی تھی، شاید اسی وجہ سے آسمان پہ بکھرے تارے زیادہ تابناک معلوم ہو رہے تھے۔

رات قطرہ قطرہ پگھل رہی تھی۔ سب بے فکر سو رہے تھے۔

ایسے میں امام جی کے کمرے کی بتی روشن تھی اور کمرے سے دبی دبی سسکیوں کی آواز آ رہی تھی۔

"اللہ خیر کرے۔۔۔ یہ کون اس وقت رو رہا ہے۔۔۔" میں دل ہی دل میں سوچتے ہوئے امام جی کے کمرے کی طرف بڑھا۔

کمرے میں داخل ہوا تو ایک الگ ہی منظر سامنے تھا۔

کمرے کے بیچوں بیچ جائے نماز بچھی تھی۔ اور امام جی سجدے میں سر جھکائے۔۔۔ زار و قطار رو رہے تھے۔ رونے کی وجہ سے اُن کا جسم ہلکے ہلکے جھٹکے کھا رہا تھا۔ اور آنسو ایک تواتر سے بہے چلے جا رہے تھے۔

میں نے دیوار پہ لگی گھڑی کی طرف نظر کی جس پہ رات کے تین بج رہے تھے۔

ایک بار تو سوچا پلٹ جاؤں۔۔۔ یہ خدا اور بندے کا معاملہ ہے۔۔۔ لیکن پھر نہ جانے کیا سوچ کر میں دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا امام جی کے قریب چلا آیا۔ جائے نماز کے قریب دو زانو بیٹھ کر میں نے

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

امام جی کے کندھے پہ ہاتھ رکھ دیا۔

امام جی کو بھی شاید میری موجودگی کا علم ہو چکا تھا اسی لیے انھوں نے سجدے سے سر اٹھا دیا۔ اُن کا چہرہ اور داڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔

"امام جی کیا بات ہے۔۔۔ آپ کو کوئی پریشانی ہے۔۔۔؟؟" میں نے فکر مندی سے پوچھا۔

انھوں نے نفی میں گردن ہلائی۔

"اک آس ہے کہ خدا اپنے بندوں میں شامل کر لے۔" وہ گلوگیر لہجے میں بولے۔ میں نے پاس ہی ٹیبل پہ پڑے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلا اور امام جی کی طرف بڑھا دیا۔ امام جی نے گھونٹ گھونٹ پانی پیا اور خالی گلاس مجھے پکڑا دیا۔

اب وہ کافی حد تک سنبھل چکے تھے۔

"ارحم۔۔۔ یہ جو پچھلے پہر کے آنسو ہوتے ہیں نا۔۔۔ ان میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔۔۔ خدا سے کوئی بھی بات منوانی ہو۔۔۔ تو اس سے بہتر کوئی وقت نہیں ہے۔"

"رات کے اس پہر۔۔۔ خاموشی اور خلوت میں کیا گیا سجدہ خدا کو بہت پسند ہے۔۔۔ اور خدا کہتا ہے جو مانگنا ہے مانگ لو۔۔۔ اور میرا ایمان ہے اس بات پہ کہ۔۔۔ اس وقت مانگی گئی دعا اللہ کبھی رد نہیں کرتا۔"

"آپ کو کیا چاہیے امام جی۔۔۔؟؟" میں نے تجسس کے تحت پوچھا۔ میری آنکھوں سے نیند اڑ چکی تھی۔

"مجھے خدا چاہیے۔۔۔" انھوں نے دھیرے سے جواب دیا۔

اُن کے جواب پہ میں بالکل خاموش ہو گیا۔

"جب لوگ دنیا مانگتے ہیں۔۔۔۔ دنیا کی شہرت۔۔۔ عزت اور محبتیں مانگتے ہیں۔۔۔ اُس وقت

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

اللہ کا یہ بندہ۔۔۔اللہ سے اللہ ہی کو مانگ رہا تھا۔"

"ارحم مجھے پورا یقین ہے کہ اس وقت سجدے میں سر جھکا کے میں کوئی بھی دنیاوی چیز مانگوں تو مجھے دے دی جائے گی۔۔۔لیکن کیا گارنٹی ہے کہ اُس میں میری بھلائی ہو گی۔۔۔کیا معلوم جو میں مانگ رہا ہوں۔۔۔اُس میں میری بہتری کا کوئی پہلو نہ ہو۔ تو کیوں نہ میں اُس پاک ذات کو مانگ لوں۔ جس کو پانے کے بعد انسان کو کسی چیز کی چاہ ہی نہیں رہتی۔"

"اللہ کی محبت اس دنیا کا سب سے پیارا احساس ہے، جو اس احساس کو پالیتا ہے اُسے پھر کسی اور چیز کی طلب نہیں رہتی۔"

"امام جی۔۔۔آپ کا اس وقت اپنی نیند قربان کر کے عبادت کرنا۔۔۔اللہ کے حضور گریہ و زاری کرنا۔۔۔اس بات کی گواہی ہے کہ آپ اللہ کے خاص بندے ہیں۔۔۔اللہ اُسی کو اس وقت اپنے قریب بلاتا ہے جس سے اُسے محبت ہوتی ہے۔۔۔آپ کا شمار انھی لوگوں میں ہوتا ہے جنھیں اللہ اپنے قریب چاہتا ہے۔۔۔جنھیں اللہ عزیز رکھتا ہے۔۔۔"میں نے دھیرے سے کہا تو آنسو ایک بار پھر سے اُن کی آنکھوں سے برسنے لگے۔

"میرے بچے اللہ بہت مہربان ہے۔۔۔اُس کی شانِ کریمی تو یہ ہے کہ وہ فرشتوں سے کہتا ہے۔۔۔میرا بندہ اگر کسی نیکی کا ارادہ کرے تو اُس ارادے کو نیکی بنا دو۔۔۔اور نیکی کر ڈالے تو ایک کو دس بنا دو۔۔۔اور اگر میرا بندہ برائی کا ارادہ کرے تو ارادے کی برائی نہ لکھنا۔۔۔ہو سکتا ہے کہ گناہ کرنے سے پہلے میرے بندے کا ارادہ بدل جائے۔۔۔اور اگر وہ گناہ کر ہی ڈالے تو تین گھڑی ٹھہر جاؤ۔۔۔اور گناہ کو نہ لکھو۔۔۔ہو سکتا ہے کہ میرے بندے کو توبہ کا خیال آ جائے۔۔۔اور اگر وہ توبہ کرے تو اُس گناہ کو مٹا دو۔" امام جی بات کے اختتام پہ پھوٹ پھوٹ کے رو دیے۔

"ہم تو اُس پاک رب کی محبت کو کبھی پہچان ہی نہیں پاتے۔۔۔بدلے میں اُتنی ہی محبت کر پانا تو

بہت دور کی بات ہے۔" وہ آنسوؤں کے درمیان بولے۔

"اللہ پاک فرماتا ہے۔۔۔ جس کی نیکیاں برائیوں سے زیادہ ہوں گی اُسے بخش دُوں گا اور جنت میں داخل کروں گا۔ اللہ نے یہ نہیں کہا کہ پرفیکٹ ہو جاؤ۔ پرفیکٹ کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ غلطی کرنا اور بار بار غلطی کرنا انسان کی فطرت میں رکھا گیا ہے۔ خدا نے صرف یہ کہا کہ نیکیوں کی جانب اپنی کوشش جاری رکھو اور نیکیوں کا پلڑا بھاری رکھو۔"

امام جی کی بات سے میرے دل میں اُس پاک ذات کی محبت کچھ اور بڑھ گئی۔ اور میرے دل میں ایک خواہش نے مضبوطی سے اپنے قدم جما دیے۔

"مجھے بھی اللہ کے پیارے لوگوں میں شامل ہونا ہے۔۔۔۔ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل ہونا ہے جنھیں خدا رات کے اس پہر اپنے قریب بلاتا ہے۔۔۔ مجھے بھی اللہ سے اللہ کو مانگنا ہے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

روپے اثر رکھتے ہیں

آج امام جی نے مجھے ازمینہ کو اسکول سے لینے بھیجا تھا۔ میں چھٹی سے کچھ دیر پہلے ہی اسکول پہنچ گیا۔ ازمینہ نے مجھے اندر بلوا لیا۔

وہ اپنی کلاس میں تھی۔ جب میں کلاس میں داخل ہوا تو تمام بچوں نے یک زبان ہو کر سلام کیا۔

"ارحم میری کلاس کے تمام بچے بہت ذہین اور اچھے بچے ہیں۔۔۔" ازمینہ مسکراتے ہوئے بچوں کی تعریف کر رہی تھی۔ اور بچے میرے سامنے تعریف پر شرمارہے تھے۔۔۔کچھ مسکرارہے تھے اور کچھ ایک دوسرے کے کانوں میں گھُسے سرگوشیاں کر رہے تھے۔

کچھ دیر میں بچوں کے ساتھ باتیں کرتا رہا اور جب چھٹی ہو گئی تو میں اور ازمینہ اسکول سے نکل آئے۔

باہر آتے ہی میں نے پوچھا۔

"استانی صاحبہ۔۔۔کیا واقعی آپ کی پوری کلاس ذہین ہے۔۔۔یا جھوٹی تعریفیں کی جا رہی تھیں۔۔۔" میرے لہجے میں شرارت کا عنصر نمایاں تھا۔

"روپے اثر رکھتے ہیں جناب۔۔۔" وہ بھی مسکراتے ہوئے بولی۔

"کیا مطلب میں سمجھا نہیں۔۔۔"

"مطلب یہ ارحم صاحب۔۔۔کہ دوسروں کا رویہ ہمارے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے۔۔۔ہم انسان کو جس سانچے میں ڈھالنا چاہیں۔۔۔ڈھال سکتے ہیں۔۔۔"

میں ابھی بھی اُس کی بات نہیں سمجھا تھا۔

"فلاسفر نہ بنو۔۔۔ آسان لفظوں میں سمجھاؤ۔۔۔" میں نے منہ بناتے ہوئے کہا تو اُس نے مجھے یوں دیکھا جیسے میری کم عقلی پہ افسوس کر رہی ہو۔۔۔ اور بولی۔۔۔

"بہت سادہ سا فارمولا ہے جس کی مدد سے۔۔۔ آپ جس انسان کو جیسا بنانا چاہتے ہیں، بنا سکتے ہیں۔۔۔ اگر کسی کو اچھا انسان بنانا چاہتے ہیں تو اُسے یہ کہنا شروع کر دیں۔۔۔ کہ تم بہت اچھے انسان ہو۔۔۔ اگر کسی کو رحم دل بنانا چاہتے ہیں تو اُسے رحم دل کہنا شروع کر دیں۔۔۔ وہ ہر گزرتے دن کے ساتھ رحم دل ہوتا چلا جائے گا۔۔۔ اسی طرح اگر آپ کسی کو کامیاب بنانا چاہتے ہیں تو اُس کی چھوٹی چھوٹی کامیابیوں کو ہائی لائٹ کریں۔۔۔ اور اُس کی تعریف کریں۔۔۔ تو اگلی بار وہ اور زیادہ محنت کرے گا۔۔۔ کوئی انسان مزاج کا تیز ہے تو اُسے نرم مزاج کہنا شروع کر دیں۔۔۔ باتوں باتوں میں اُسے کہیں کہ مجھے تمہاری نرم مزاجی بہت بھاتی ہے۔۔۔ یقین مانو کچھ ہی عرصے میں۔۔۔ اُس میں حیرت انگیز تبدیلی آ جائے گی۔۔۔ یہاں تک کہ اگر کوئی حسین نہیں ہے لیکن آپ اُس کو خوبصورت کہنا شروع کر دیں اور اُس کی تعریف کریں تو وہ چند ہی دنوں میں حسین ہونے لگ جائے گا"۔

"اور اس کے برعکس۔۔۔ جب ہم کسی انسان میں عیب نکالتے ہیں۔۔۔ اس کی برائیاں کرتے ہیں۔۔۔ تو ہم اُسے عیب دار کرتے چلے جاتے ہیں۔۔۔ کیونکہ جیسے ہمارا اچھا رویہ لوگوں پہ مثبت اثر ڈالتا ہے۔۔۔ اسی طرح ہمارا برا رویہ لوگوں پہ منفی اثر ڈالتا ہے۔" وہ مدبرانہ انداز میں مجھے سمجھا رہی تھی۔ لہجے کی نرمی شاید اُسے امام جی سے وراثت میں ملی تھی۔

"تم تو بہت بڑی بڑی باتیں کرنے لگی ہو۔۔۔" میں اُسے حیرت سے دیکھتا ہوا بولا۔۔۔ تو وہ محض مسکرا دی۔

"ابا جی نے زندگی کا ہر پہلو بہت اچھی طرح سمجھا دیا ہے مجھے۔" اُس کے لہجے میں امام جی کے لیے

بہت محبت تھی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔۔۔مجھے امام جی کے ساتھ کچھ زیادہ دن نہیں ہوئے اور میں بہت سی باتیں سمجھ گیا ہوں۔۔۔پھر تمہاری تو زندگی ہی اُن کے ساتھ گزر رہی ہے۔۔۔" میں نے اُس کی بات کی تائید کی۔

گھر آچکا تھا۔۔۔ہم دونوں گھر میں داخل ہو گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

صبر کی حقیقت

امام جی کے دوست کے گھر آج محفل تھی اور انھوں نے بطورِ خاص امام جی کو دعوت دی تھی۔ سو آج میں اور امام جی محفل میں شرکت کے لیے جا رہے تھے۔ ابا کی طبیعت کل رات سے ناساز تھی، اس لیے وہ ہمارے ساتھ نہیں جا رہے تھے۔

اشفاق صاحب اپنے علاقے کے معزز اور مالدار آدمی تھے۔ اور ہر سال ایک بڑی محفلِ میلاد کروایا کرتے تھے۔ آج کی محفل بھی بہت روح پرور تھی۔ محفل کے بعد تمام علاقے کے لوگوں میں لنگر تقسیم کیا گیا۔

میں ہمیشہ سوچتا تھا کہ یہ درباروں پہ۔۔۔اور محفلوں میں لنگر کیوں تقسیم کیا جاتا ہے۔۔۔ پھر ایک دوست نے اس بات کی طرف دھیان کروایا کہ یار۔۔۔ کبھی کسی دربار پہ بیٹھ کے غورو فکر کرنا۔۔۔وہاں دسترخوان لگتا ہے۔۔۔تو کوئی کسی غریب کو کھانے سے منع نہیں کرتا۔۔۔سب امیر غریب ایک ہی دسترخوان پہ بیٹھ کے کھا رہے ہوتے ہیں۔۔۔ جن کے پاس سر ڈھانپنے کو چھت نہیں ہے وہ بھی وہاں پڑ کے سو جاتے ہیں۔ یہ امیر لوگ ویسے غریبوں کو کھانا کھلائیں یا نہ کھلائیں لیکن لنگر میں حصہ ضرور ڈالتے ہیں۔ شاید اسی طرح خدا غریبوں کے رزق کا اہتمام کر دیتا ہے۔

ہم لوگوں کو ہر بات میں کیڑے نکالنے کی اتنی عادت ہو گئی ہے کہ کسی بھی بات کا اچھا پہلو ہم سمجھ ہی نہیں پاتے۔۔۔اور اگر سمجھ بھی جائیں تو اُسے ماننے کو تیار نہیں ہوتے۔

لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں ہے کہ آج کل جو دو نمبر پیر۔ تعویذوں کا کاروبار چلا کے بیٹھے

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

ہوئے ہیں۔۔۔انھوں نے عوام میں اولیاء اللہ کا تاثر بھی خراب کر دیا ہے۔اب ہر دوسرا شخص خود کو پیر بنا کے پیش کر رہا ہے۔ لیکن ان اصل اور جعلی پیروں میں بہت واضح فرق ہے۔۔۔پہلا تو یہ کہ جو واقعی میں ولی ہو گا وہ کبھی آپ کو خلافِ شرع کوئی کام کرنے کی ترغیب نہیں دے گا۔ اور دوسرا یہ کہ۔۔۔ ولی اللہ کبھی آپ کو مخلوق سے نفرت کرنے کا سبق نہیں دے گا۔اور جعلی پیروں کے پاس تو لوگ اپنے رشتہ داروں پہ جادو ٹونا کروانے جاتے ہیں۔۔۔اُن کی حقیقت تو اُسی بات سے پتا چل جاتی ہے۔

خیر دوپہر کے بعد جب ہم فارغ ہو گئے تو اشفاق صاحب نے اپنے بڑے بیٹے حیدر سے کہا کہ وہ گاڑی میں ہمیں گھر چھوڑ آئے۔۔۔امام جی نے تو کافی منع کیا لیکن اشفاق صاحب کے سامنے ہار ماننا پڑی۔ حیدر نے حال ہی میں اپنی ڈگری مکمل کی تھی۔ وہ ایک ماہر ڈرائیور کی طرح پہاڑوں پہ بنی گول گھومتی سڑکوں پہ گاڑی چلا رہا تھا۔اور بلیک ہنڈا کراس روڈ۔۔۔فراٹے بھرتی ہوئی سڑک پہ رواں دواں تھی۔

اچانک ایک موڑ مڑنے پہ سامنے پٹھان آگیا جو اپنے مویشیوں کو ہانکتے ہوئے چل رہا تھا۔ حیدر کے ماتھے پہ بل پڑ گئے۔

اُس نے رفتار بالکل دھیمی کر دی۔ کیونکہ سڑک کے ایک جانب پہاڑ اور دوسری جانب کھائی تھی جس سے بچاؤ کے لیے پتھروں کے سفید چونے والے بلاکس رکھے گئے تھے۔

"یہ لوگ ہمیشہ مجھے کوفت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔۔۔کیا ضرورت ہے بھلا یوں سڑک کے بیچوں بیچ چلنے کی۔۔۔جاہل لوگ۔۔۔" وہ اپنا غصہ لفظوں کی صورت اتار رہا تھا۔

امام جی اُس وقت تو خاموش رہے لیکن جب پٹھان اپنے مویشیوں سمیت گزر گیا اور گاڑی نے دوبارہ اسپیڈ پکڑ لی تو امام جی نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"حیدر بیٹا۔۔۔اگر میں تم سے کچھ کہوں تو برا تو نہیں مانو گے۔۔۔؟؟"

"نہیں امام جی۔ بھلا میں کیوں برا مانوں گا۔۔۔آپ کی ہر بات سر آنکھوں پر۔۔۔آپ

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

فرمائیے۔۔۔" وہ سعادت مندی سے بولا۔

"سیلف کنٹرول کی اصطلاح تو سن رکھی ہو گی تم نے۔۔۔" امام جی نے کہنا شروع کیا۔ میں گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ بیٹھا تھا اور میں جانتا تھا کہ امام جی حیدر کے الفاظ پہ سرزنش کرنے والے ہیں۔ لیکن سمجھانے کا انداز ایسا ہو گا کہ حیدر کو برا بھی نہیں لگے گا اور وہ بات بھی سمجھ جائے گا۔ امام جی کے بارے میں اتنا تو میں جان ہی چکا تھا۔

"اردو میں اُس کے لیے۔۔۔ صبر۔۔۔ تحمل۔۔۔ برداشت۔ یہ سب الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

صبر کے معنی لوگ عموماً یہ لیتے ہیں کہ مصیبت کے وقت خود پہ قابو رکھنا۔۔۔ اپنی تکلیف کو برداشت کرنا۔۔۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ صبر۔۔۔ ہماری پوری زندگی کا احاطہ کرتا ہے۔ صبر کے معنی ہیں۔ خود کو قابو میں رکھنا۔۔۔ اُس وقت جب آپ کے مزاج کے خلاف کوئی کام ہو جائے۔۔۔ اُس وقت جب سامنے والا کوئی ایسی بات کر دے جس پہ خاموش رہنا بہت مشکل ہو۔۔۔ لیکن آپ خاموش رہیں۔۔۔ اُس وقت جب آپ کی خواہش بے لگام ہو رہی ہو لیکن آپ اُس کی حدبندی کریں۔۔۔"

"جب کسی کی کوئی بات آپ کے لیے برداشت کرنا بہت مشکل ہو جائے تو خود کو اُس کی جگہ پہ رکھ کے سوچنے سے۔۔۔ آپ میں برداشت پیدا ہوتی ہے۔ تم بھی اللہ کے بندے ہو اور وہ پٹھان بھی اللہ ہی کا بندہ تھا۔۔۔ کیا ہوتا اگر تم اُس کی جگہ ہوتے اور وہ تمہاری جگہ یوں اس شاندار گاڑی میں بیٹھا ہوتا۔۔۔ تو میرے بچے خدا کا شکر ادا کرو اور خود میں صبر اور برداشت پیدا کرو۔"

صبر کا بہت اجر رکھا گیا ہے۔ جانتے ہو کیوں۔۔۔ کیونکہ اس میں آپ کو دل مارنا پڑتا ہے۔ دل چاہتا ہے سامنے والے کو گالیاں دیں۔۔۔ لیکن آپ خاموش رہتے ہیں۔ صرف خدا کے لیے۔۔۔ کوئی آپ کے ساتھ برا کرے تو اُس سے بدلہ لینے کو دل چاہتا ہے لیکن آپ صبر کرتے ہیں۔۔۔ تو خدا آپ کو اجر دیتا ہے۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

یہ سیلف کنٹرول ہے۔۔۔یہ ایسا ہی ہے جیسے آپ اپنی ذات کا ریموٹ خود اپنے ہی ہاتھوں میں رکھیں۔۔۔نا کہ اُسے شیطان کے حوالے کر دیں۔۔۔اور شیطان تو انسان کا کھلا دشمن ہے وہ بھلا انسان کا بھلا کب چاہتا ہے۔

امام جی کہہ کر خاموش ہو گئے۔ حیدر شرمندہ دکھائی دے رہا تھا۔

گاڑی علاقے کی حدود میں داخل ہو چکی تھی۔

''امام جی۔۔۔میں آئندہ اپنے غصے پہ اور اپنی زبان پہ قابو رکھوں گا۔''وہ شرمندگی سے بولا۔

گھر آچکا تھا۔

''اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو میرے بچے۔۔۔''امام جی نے شفقت سے اُس کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔ اور اُسے اندر آ کے چائے پینے کی دعوت دی لیکن اُس نے معذرت کر لی۔ میں بھی اُس سے ہاتھ ملا کے گاڑی سے اتر آیا۔

آج یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی تھی۔۔۔کہ۔۔۔صبر کرنے والا کبھی بھی شرمندہ نہیں ہوتا۔۔۔نہ لوگوں کے سامنے۔۔۔اور نہ اُس پاک ذات کے سامنے۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

خدا سے گفتگو

آج سارا دن موسلا دھار بارش ہوئی تھی۔ ماحول میں ٹھنڈ بہت بڑھ گئی تھی۔ بادلوں نے آسمان کو پوری طرح ڈھکا ہوا تھا۔ مغرب کے بعد بارش کچھ دیر کو تھمی تو امام جی مجھے لے کے علاقے سے کچھ فاصلے پہ موجود ایک مصروف سڑک پہ آ گئے۔ سڑکیں پوری طرح گیلی تھیں۔ لوگ کوٹ پہنے اور بڑی بڑی چادریں لیے سردی سے بچاؤ کی اپنی سی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال رکھے تھے۔ اور چادر کندھوں پہ رکھی ہوئی تھی۔

"مجھے ایسے موسم میں گیلی سڑکوں پہ رات کے وقت چلنا بہت اچھا لگتا ہے۔" امام جی کی بات پہ میں نے حیرت سے انھیں دیکھا تو وہ ہنس دیے۔

"کیوں میاں۔۔۔ ایسے کیا دیکھ رہے ہو۔۔۔ ایسے شوق کیا صرف نوجوانوں کے لیے ہی ہوتے ہیں۔"

"نہیں امام جی۔۔۔ میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ اس عمر میں بھی آپ کتنے زندہ دل ہیں۔۔۔ اور فریش رہتے ہیں۔"

ابا جی نے تو اس سردی میں گھر سے نکلنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

لیکن میں امام جی کے ساتھ چلا آیا تھا کیونکہ مجھے بھی بارش کے بعد کا اداس موسم بہت پسند تھا۔ جب ہر چیز دھل کے نکھر جاتی ہے۔

اور سڑکوں پہ واک کرنا تو مجھے بے حد پسند تھا۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

ہم اس وقت جس سڑک پہ چل رہے تھے اُس پہ کافی ہوٹل بنے ہوئے تھے۔ اس لیے معمول کی گہما گہمی تھی۔ دائیں طرف دریائے کنہار بہہ رہا تھا۔ بارش کی وجہ سے اُس کی رفتار میں اضافہ ہو گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ پانی بہنے کی آواز بھی قدرے بلند ہو گئی تھی۔

امام جی مجھے لے کے ایک ہوٹل کے اوپن ایریا میں آ گئے۔ جہاں پلاسٹک کی میز اور کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ہم بھی ایک میز کے گرد رکھی کرسیوں پہ بیٹھ گئے۔

"آؤ بھئی آج دریائی مچھلی کھاتے ہیں۔"

جب ہم کرسیوں پہ بیٹھ گئے تو ہوٹل پہ کام کرنے والا لڑکا تیزی سے ہماری طرف چلا آیا۔

اُس کے قریب آنے پہ امام جی نے اُسے سلام کیا۔ امام جی ہمیشہ ہر چھوٹے بڑے کو سلام کرنے میں پہل کیا کرتے تھے۔

اور پھر اُسے مچھلی لانے کو کہا۔ لڑکا سر پہ رکھی ٹوپی درست کرتے ہوئے واپس مڑ گیا۔

اب ہمیں کچھ دیر انتظار کرنا تھا۔ میں نے دور بہتے دریا پہ نظریں جمائیں۔ رات کے اندھیرے میں دریا صاف نظر نہیں آ رہا تھا۔ لیکن بہتے ہوئے پانی کے شور سے اُس کے قریب ہونے کا احساس ہوتا تھا۔

ٹھنڈی نم ہوا میرے چہرے سے ٹکرا رہی تھی۔

"ارحم۔۔۔ایک بات بتاؤ بیٹا۔۔۔" امام جی نے کہا تو میں اُن کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"اگر تم کبھی کچھ جاننا چاہو۔۔۔ لیکن تمہیں اُس کے بارے میں کہیں سے معلوم نہ ہو رہا ہو تو تم کیا کرتے ہو۔۔۔؟؟" امام جی کے سوال پہ میں نے ناسمجھی سے انھیں دیکھا۔

"میں سمجھا نہیں امام جی۔۔۔ آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔"

"میرا یہ مطلب ہے کہ اگر تمہارے ذہن میں کوئی الجھن ہو، کوئی سوال ہو۔۔۔ لیکن تمہیں

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

تمہاری الجھن کا کوئی سرا نہ مل رہا ہو۔۔۔اپنے سوال کا جواب نہ مل رہا ہو۔۔۔تو کیا کرتے ہو۔۔۔؟؟"

امام جی نے اپنی بات کی وضاحت کی۔

امام جی کی بات سن کے میں لمحہ بھر کو سوچ میں پڑ گیا۔

"امام جی۔۔۔میں جواب تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔۔۔لیکن اگر پھر بھی کچھ سمجھ نہ آئے تو پھر کیا کیا جا سکتا ہے۔۔۔بس اپنا ذہن ہٹانے کی کوشش کر لیتا ہوں۔ لیکن پھر بھی ایک تشنگی سی رہ ہی جاتی ہے۔"

میری بات پہ امام جی نے سنجیدگی سے میری جانب دیکھا۔

"کبھی اللہ سے پوچھا ہے۔۔۔؟؟"

"اللہ سے۔۔۔؟؟ یہ بھلا کیسے ممکن ہے امام جی۔۔۔اللہ پاک ہمیں کیسے بتا سکتے ہیں۔" میں نے اچنبھے سے کہا۔

"کیوں بھئی اللہ پاک کیوں نہیں بتا سکتے۔۔۔کیا تم نے کہیں نہیں پڑھا کہ اللہ سب سنتا جانتا ہے۔"

"لیکن امام جی۔۔۔" میں انھیں کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہم اللہ سے کیسے کوئی سوال کر سکتے ہیں۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ ہم اللہ سے دعا کر سکتے ہیں۔ اور دعا میں کچھ بھی مانگ سکتے ہیں۔ لیکن سوال جواب کا تصور کہاں تھا۔

میرے چہرے پہ نا سمجھی کے تاثرات دیکھ کے امام جی مسکرائے۔

"کبھی اللہ سے سوال پوچھنا ارحم۔۔۔بیشک کوئی بھی سوال۔۔۔بھلے ہی وہ کوئی روز مرہ زندگی کا عام سا سوال ہو۔ پھر دیکھنا تمہیں جواب ملتا۔" وہ مسکراتے ہوئے یوں بولے جیسے انھیں پورا یقین تھا کہ جواب ضرور ملے گا۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

"آپ اللہ سے سوال پوچھتے ہیں۔۔۔؟؟" میں نے حیرت بھری بے یقینی سے پوچھا۔

"بالکل پوچھتا ہوں۔۔۔اللہ کے ساتھ بات کرتا ہوں۔ جب کسی مشکل میں ہوتا ہوں اور سمجھ نہیں پا رہا ہوتا کہ کیا کرنا چاہیے تو ضروری نہیں کہ میں جائے نماز بچھاؤں اور وضو کر کے دعا مانگوں تو ہی اللہ سنے گا۔ میں جب بھی جہاں بھی ہوتا ہوں۔ میں اللہ سے پوچھ لیتا ہوں۔ اللہ سے کہتا ہوں کہ وہ میری رہنمائی کرے۔" اب کہ امام جی نے سنجیدگی سے کہا۔

"جواب کیسے آتا ہے امام جی۔۔۔؟؟" میں نے تجسس کے مارے پوچھا۔

"جواب کسی بھی طریقے سے آ جاتا ہے۔۔۔ کبھی دل میں خیال آ جاتا ہے۔۔۔ کبھی خواب کے ذریعے رہنمائی حاصل ہو جاتی ہے۔۔۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قرآن پاک کھولتا ہوں تو کسی آیت کے ترجمے پہ نظر پڑ جاتی ہے۔۔۔ جس میں میرے سوال کا جواب ہوتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی کے ساتھ محوِ گفتگو ہوتا ہوں اور اُس کی زبان سے اُسی بات کا جواب مل جاتا ہے جو میں نے اللہ پاک سے پوچھی ہوتی ہے۔ لیکن ایک بات تو پکی ہے کہ جواب ملتا ضرور ہے۔" امام جی نے پر یقین لہجے میں کہا۔

جب میں طالب علم تھا اور ہاسٹل میں رہتا تھا، تو میری فجر کے وقت آنکھ نہیں کھلتی تھی۔ ہر روز فجر کی نماز قضا ہو جاتی۔ بہت کوشش کے باوجود بھی میں نہیں اٹھ پاتا تھا۔ گھر پہ ہوتا تو اماں جگا دیا کرتیں لیکن ہاسٹل میں تو کوئی بھی جگانے والا نہیں تھا۔ جس لڑکے کے ساتھ میں روم شیئر کرتا تھا وہ تو سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتا تھا۔ تو ایک بار جب میں ویک اینڈ پہ گاؤں گیا، میں نے اماں سے اپنا مسئلہ بیان کیا۔ اماں کہنے لگیں۔۔۔ "پتر یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں، سونے سے پہلے اللہ پاک سے کہہ دیا کر کہ اے میرے خدا۔۔۔مجھے فجر کے لیے جگا دینا۔" میں نے واپس ہاسٹل جا کے ایسا ہی کیا۔ اور یقین مانو۔۔۔ ہر روز ٹھیک فجر کے وقت میری آنکھ کھل جایا کرتی تھی۔

"یہ جو ہم کہتے ہیں نا کہ خدا شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، یہ محض ایک بات نہیں ہے۔ خدا

واقعی میں ہمارے آس پاس ہے۔ وہ سب سنتا اور جانتا ہے۔"

میں ابھی تک انھیں بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔

"تم بھی اللہ سے پوچھ کے یا کچھ کہہ کے دیکھ لینا۔۔۔جب تمہیں بھی جواب ملیں گے تو اس بے یقینی کی جگہ پختہ ایمان لے لے گا۔" امام جی کی بات پہ میں نے خاموشی سے سر جھکا دیا۔

اسی اثنا میں وہی پٹھان لڑکا مچھلی لے آیا۔

"لو بھئی ارحم۔۔۔زیادہ سوچو مت۔۔۔اور مچھلی کھاؤ۔" امام جی نے بشاش لہجے میں کہا تو میں بھی مچھلی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

قوتِ فیصلہ

سردیوں کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ازمینہ کو تیز بخار تھا۔۔۔اس لیے آج وہ صبح سے بستر میں تھی۔امی کو بھی ہم نے اندر کمرے میں بھیج دیا تھا۔

اور ہم تینوں اس وقت کچن میں کھانا بنا رہے تھے۔ میں ازمینہ کے لیے سُوپ تیار کر رہا تھا۔میں چونکہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہوں اس لیے اکثر امی کے ساتھ کاموں میں ہاتھ بٹایا کرتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ تھوڑی بہت کوکنگ مجھے بھی آتی ہے۔امام جی اور ابا پلاؤ بنا رہے تھے۔۔۔اب یہ تو بننے کے بعد ہی پتا چلنا تھا کہ پلاؤ بنا یا کچھ اور۔۔۔

آج امام جی مجھے اپنی ذاتی زندگی کے بارے میں بھی بتا رہے تھے۔

"جب مجھے گورنمنٹ اسکول میں نوکری مل گئی تو میری اماں کو میری شادی کی فکر پڑ گئی۔۔۔ حالانکہ میری ابھی اتنی عمر نہیں تھی لیکن بقول اماں کے۔۔۔جب لڑکا اپنے پیروں پہ کھڑا ہو جائے تو اُس کی شادی میں دیری نہیں کرنی چاہیے۔۔۔بس پھر اماں نے ہتھیلی پہ سرسوں جمائی اور اپنی کسی دور پرے کی رشتہ دار کی بیٹی کو میرے لیے پسند کر لیا۔۔۔اور جھٹ منگنی پٹ بیاہ کر دیا۔"

"تمہاری شادی پہ جو ساری رات ہم دوستوں نے بھنگڑے ڈالے تھے اُن کا ذکر بھی تو کرو۔۔۔"

ابا کی بات پہ امام جی بہت ہنسے۔

"ہاں بھئی ارحم۔۔۔یہ تمہارے ابا جی نہ ساری رات خود سوئے اور نہ ہمیں سونے دیا۔۔۔میرے دوستوں نے میری مہندی کو یادگار بنا دیا تھا۔" گزرے حسین وقتوں کا ذکر کرتے ہوئے

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

امام جی کی آنکھوں میں ایک مخصوص چمک تھی۔

''نسرین اچھی عورت تھی۔ خوش شکل ہونے کے ساتھ ساتھ نیک سیرت بھی تھی۔ اماں ہر وقت اُس کی تعریف کرتیں اور اُسے ڈھیروں دعائیں دیتیں۔ وہ بھی اماں کی خدمت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی تھی۔۔۔ دو سال بعد اللہ نے ہمیں ازمینہ کی صورت اپنی رحمت سے نوازا۔ یہ 2005 کی بات ہے۔۔۔ جب 8 اکتوبر کو صبح کے وقت پاکستان کے شمالی علاقہ جات پہ زلزلہ قیامت بن کے نازل ہوا۔ پورے ملک میں سوگواری کی لہر دوڑ گئی۔ لاکھوں لوگ بے گھر ہو گئے۔ بہت سے لوگ عمر بھر کے لیے چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔ لوگوں کے کاروبار تباہ ہو گئے۔ پورا پورا خاندان اجڑ گیا۔ ایک ہی گھرانے کے کتنے کتنے لوگ منوں مٹی تلے جا سوئے۔ کھانے کی شدید قلت تھی۔ اور موسم سرد تھا۔ لوگ کھلے آسمان تلے آ گئے تھے۔ زندگی ان علاقوں کے لوگوں کے لیے صفر پہ آ گئی تھی۔ اُس وقت ہم سب کولیگز نے ایک گروپ بنایا اور یہاں سامان سے بھری گاڑی لے کے آئے۔۔۔ جس میں راشن اور گرم کپڑے تھے۔۔۔ ہم نے ہر ممکن لوگوں کی دل جوئی کی۔ اور جہاں تک ہو سکا۔ لوگوں کی مالی اور اخلاقی مدد کی۔

جب ہمارا گروپ واپس جانے لگا تو نہ جانے کیوں میرا دل چاہا میں انھی پہاڑوں میں رہ جاؤں۔۔۔ کم از کم اُس وقت تک جب تک زندگی یہاں دوبارہ اپنے پاؤں پہ کھڑی نہیں ہو جاتی۔

مجھے یاد ہے میں واپس شہر کی رنگینیوں میں جا کے کافی دن اُداس رہا تھا۔۔۔ دل پہاڑوں کے باسیوں کے ساتھ لگ گیا تھا۔۔۔ اُسے اب شہر کے ہنگامے راس نہیں آ رہے تھے۔ میں نے یہاں کی تباہی و بربادی دیکھی تھی۔۔۔ اور بربادی کے وہ مناظر میری آنکھوں میں جم سے گئے تھے۔۔۔ پھر میں نے وہ فیصلہ کر لیا۔'' امام جی کہہ کے خاموش ہو گئے۔

''کیسا فیصلہ امام جی۔۔۔'' مجھ سے صبر نہیں ہو رہا تھا۔ مجھے جاننے کی جلدی تھی کہ آخر کیا وجوہات تھیں جن کی وجہ سے اچھی سرکاری نوکری پہ پوسٹڈ انسان یہاں آ کے بس گیا۔

"میں نے یہاں رہائش پذیر ہونے کا فیصلہ کر لیا۔"

"دوستوں۔۔۔رشتہ داروں۔۔۔یہاں تک کہ محلے داروں نے بھی بہتیرا سمجھایا کہ رضا۔۔۔ہمدردی اپنی جگہ۔۔۔لیکن کوئی یوں پرائے لوگوں کے لیے۔ اپنی لگی لگائی روزی پہ لات مار کے۔۔۔اور دوستوں۔ رشتہ داروں سے دور جا کے تو نہیں رہتا۔"

"لیکن میرے سر میں یہ سودا سما گیا تھا۔۔۔میری شریکِ حیات نے اور تمہارے اباجی نے اس فیصلے میں میرا بہت ساتھ دیا۔۔۔اماں تو ہماری شادی کے کچھ ماہ بعد ہی اللہ کو پیاری ہو گئی تھیں۔ سو میں اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ اس علاقے میں آ کے بس گیا۔ اور یہاں کے لوگوں کی ہر ممکن مدد کی۔ میں یہاں مسجد میں امام کے فرائض سرانجام دینے لگا اور بچوں کو دنیاوی تعلیم بھی دیتا۔۔۔نسرین بھی گاؤں کی بچیوں کو گھر پہ پڑھایا کرتی تھی۔۔۔یہاں سے جہالت کے اندھیروں کو دور کرنے کی کوشش تو میں آج تک کر رہا ہوں۔" امام جی کہہ کر خاموش ہو گئے۔

"حالانکہ رضا کے بغیر ہمارا شہر اداس ہو گیا تھا۔۔۔لیکن اگر اللہ نے میرے دوست کے دل میں بے سہارا لوگوں کی مدد کرنے کا جذبہ ڈال ہی دیا تھا۔۔۔تو میں اُسے اس نیک کام سے روکنا نہیں چاہتا تھا۔" اباجی فخر سے امام جی کو دیکھتے ہوئے بولے۔

اور میں سوچ رہا تھا اس نفسا نفسی کے عالم میں بھی ایسے لوگ ہیں جو بغیر کسی ستائش اور صلے کی تمنا کیے انسانیت کا درد بانٹ لیتے ہیں۔

"امام جی فیصلہ تو خاصا مشکل تھا جو آپ نے لیا۔۔۔"

"ہاں بیٹے۔ پہلے پہل تو ہمیں یہاں ایڈجسٹ ہونے میں ہی بہت مشکل ہوئی۔۔۔نہ ہمیں یہاں کا موسم راس آ رہا تھا اور سب یار دوست بھی بہت یاد آتے تھے۔۔۔لیکن پھر آہستہ آہستہ خوب دل لگ گیا یہاں۔"

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

''امام جی میرے میں قوتِ فیصلہ کی بہت کمی ہے۔۔۔مجھے اپنے ہر فیصلے کے لیے دوسروں کے پاس جانا پڑتا ہے۔'' فیصلے کے موضوع پہ بات ہو ہی رہی تھی تو میں نے سوچا میں بھی لگے ہاتھوں اپنا مسئلہ بیان کر دوں۔

''مشورہ لینا تو سنت ہے۔۔۔اس میں کوئی حرج نہیں۔'' امام جی متانت سے بولے۔

''امام جی مشورہ لینا الگ بات ہے۔۔۔لیکن اپنے ہر فیصلے کے بارے میں مشکوک رہنا۔۔۔انسان کو کبھی بھی زندگی میں خود اعتماد نہیں ہونے دیتا۔''

''ہاں یہ تو صحیح کہا تم نے۔۔۔جو لوگ اپنے فیصلے خود ہی کر لیں اور درست فیصلے کر لیں۔معاشرے میں انھیں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔۔۔اور سمجھدار خیال کیا جاتا ہے۔''

''زندگی میں سب سے مشکل کام ہے۔۔۔ صحیح وقت پہ صحیح فیصلہ کرنا۔۔۔اور یہ بھی کہ صحیح وقت پہ خود کو کسی غلط فیصلے سے بچالینا۔''

''امام جی ہم کیسے اپنی قوتِ فیصلہ میں اضافہ کر سکتے ہیں۔۔۔؟؟ہمیں کیسے پتا چلے کہ کون سا فیصلہ ہمارے لیے درست ثابت ہو گا۔۔۔؟؟''

میری بات پہ امام جی نے ہنکارا بھرا اور بولے۔

دیکھو میاں انسان کوئی بھی فیصلہ کرتے ہوئے الجھن کا شکار اُس وقت ہی ہوتا ہے جب اُس کے سامنے ایک سے زیادہ راستے ہوں۔۔۔جن میں سے اُسے انتخاب کرنا ہو۔۔۔اور انتخاب اُس وقت اور بھی مشکل ہو جاتا ہے جب ہر آپشن کے ساتھ کچھ فائدے اور کچھ نقصانات جڑے ہوں۔

درست فیصلے کرنے کا کوئی فارمولا تو نہیں ہے۔۔۔ہم دیکھتے ہیں بہت سمجھدار اور عقل مند لوگوں سے بھی غلط فیصلے ہو جاتے ہیں۔۔۔لیکن کچھ ایسی باتیں ہیں جن کو مدِ نظر رکھ کے انسان درست فیصلہ کر سکتا ہے۔۔۔

پہلی بات تو یہ کہ قدرت کے اشارے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔۔۔قدرت آپ کی مدد کرتی ہے۔۔۔آپ کو اشارے دیتی ہے۔۔۔کبھی دوسرے انسانوں کے ذریعے۔۔۔کبھی خوابوں کے ذریعے۔۔۔اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دل میں خیال ڈال دیا جاتا ہے کہ کیا ہمارے لیے اچھا ہے۔۔۔کبھی ہمارے سامنے کوئی کسی دوسرے کو سمجھا رہا ہوتا ہے۔۔۔تو اس طرح قدرت انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔۔۔لیکن بہت کم لوگ ہیں جو ان اشاروں کو سمجھ پاتے ہیں۔۔۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم ساری دنیا سے تو مشورہ کر لیتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے لیکن خود اپنے آپ سے نصیحت لینا بھول جاتے ہیں۔۔۔ہمیں چاہیے کہ اپنے مسئلے کو خود اپنے سامنے رکھ کے سوچیں کہ اگر کوئی مجھ سے اس معاملے میں مشورہ مانگتا تو میں کیا صلاح دیتا۔۔۔اور پھر وہی مشورہ خود کو دیں۔۔۔کیونکہ انسان خود بھی اگر ساری صورتِ حال کا غیر جانبداری سے جائزہ لے تو بہت سے اہم فیصلے وہ خود بھی لے سکتا ہے۔۔۔اس طرح آپ کو لوگوں کے پاس اپنے مسئلے لے کر نہیں جانا پڑے گا اور آپ اپنے فیصلوں میں خود اعتماد ہو جائیں گے۔۔۔

اور کبھی بھی ایسا فیصلہ نہ کرو جو تمہیں تو خوشی دے سکتا ہو، لیکن دوسروں کے لیے دکھ کا سبب بنے۔۔۔کیونکہ ایسے فیصلے شاید وقتی خوشی تو دے دیں۔۔۔لیکن بعد میں تمہارے لیے ایسا چبھتا ہوا کانٹا بن جائیں گے۔۔۔جن سے سکون اور خوشی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔۔۔

”جی امام جی۔۔۔انسان کو کبھی بھی وہ کام نہیں کرنا چاہیے جو اُسے ٹھیک لگ رہا ہو۔۔۔بلکہ وہ کام کرنا چاہیے جو واقعی میں ٹھیک ہو۔۔۔“

”ہاں میرے بچے۔۔۔اس طرح انسان ذلت ورسوائی سے بچ جاتا ہے اور معاشرے میں عزت کماتا ہے۔۔۔“ امام جی نے سنجیدگی سے کہا اور مزید گویا ہوئے۔

”فیصلہ کرتے ہوئے کبھی بھی جلد بازی نہ کرو۔۔۔ بلکہ خود کو اور حالات کو مناسب وقت

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

دو۔۔۔ تاکہ ہر چیز تمہارے سامنے واضح ہو جائے اور تم بہتر فیصلہ کر سکو۔" میں نے امام جی کی بات پہ سر ہلا دیا۔

"اور سب سے اہم بات۔۔۔ اپنے فیصلے کا آج نہیں۔۔۔ بلکہ کل دیکھنے کی کوشش کرو۔۔۔ کہ آنے والے وقت میں وہ کیسے تم پہ اور تمہاری زندگی پہ اثر انداز ہو سکتا ہے۔" امام جی نے مزید کہا۔

ابا جی۔۔۔ جو کب سے خاموشی سے ہماری گفتگو سن رہے تھے، انھوں نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"وقت کے ساتھ ساتھ کسی فیصلے کے اثرات بدل بھی سکتے ہیں۔ ایسا ممکن ہے کہ ایک وقت میں جو چیز آپ کے لیے بہتر ہو، کسی اور وقت میں وہ آپ کے لیے بہتر نہ ہو۔ اس لیے اول الذکر وقت میں تو وہ آپ کے لیے فائدہ مند ثابت ہو گی لیکن غلط وقت میں تو آپ کو نقصان ہی پہنچائے گی۔"

ابا جی کی بات پہ امام جی نے اور میں نے تائیدی انداز میں سر ہلا دیا۔

"اور کبھی بھی جذبات میں آ کے کوئی فیصلہ مت کرنا، کیونکہ جذبات وقت کے ساتھ یا تو بدل جاتے ہیں یا مدھم ہو جاتے ہیں، لیکن آپ کے فیصلے کے اثرات ساری زندگی آپ کے ساتھ رہتے ہیں۔" امام جی نے کہا۔

"امام جی آپ نے فیصلہ کرنے کے بہت اچھے اصول واضح کر دیے ہیں۔۔۔ میں انشاء اللہ اپنی زندگی میں انھی اصولوں سے مدد لوں گا۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

خوابوں کی دنیا

گھر کے صحن میں بہت سے لوگ اکٹھے تھے۔ ایسا لگتا تھا۔۔ کوئی تقریب ہو۔ سب خوش تھے اور رنگ برنگے لباس پہنے یہاں وہاں گھوم رہے تھے۔ باتوں کا شور تھا۔۔ لوگ قہقہے لگا رہے تھے اور بے فکری سے محوِ گفتگو تھے۔ وہ صحن کے بیچوں بیچ حیران پریشان کھڑی تھی۔ اور صورتِ حال کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ یہ اُس کا اپنا گھر تھا لیکن اُسے ہی معلوم نہیں تھا کہ آخر یہ کون سی تقریب ہو رہی ہے۔ کوئی اُس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

اسی وقت اُس کے قریب سے کوئی مٹھائی کا بڑا سا تھال لے کے گزرا۔ اُس نے اُس شخص کو پہچاننے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔

وہ نظریں گھمائے کسی شناسا چہرے کو تلاش کر رہی تھی۔۔ لیکن ان تمام لوگوں میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جسے وہ جانتی ہو۔۔ اسی اثنا میں گھر کے دروازے پہ ارحم کا چہرہ نمودار ہوا۔ وہ خاموشی سے دروازے کے بیچوں بیچ کھڑا تھا، اور اُس کے چہرے پہ گہری سنجیدگی تھی۔

پھر وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اُس کے قریب آیا۔ اور اُس کی چادر جو نہ جانے کب سر سے اتر گئی تھی، اُس کے سر پہ دے دی۔

ازمینہ حیران پریشان نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ اور وہ بغیر کچھ کہے مڑ گیا۔

اور اس کے ساتھ ہی ازمینہ کی آنکھ کھل گئی۔

کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔ وہ خواب سے بیدار ہوئی تھی۔

اُس نے یوں ہی لیٹے لیٹے خواب کے بارے میں سوچا تو ایک عجیب سا احساس دل میں پیدا ہوا۔

ازمینہ کو بچپن سے بہت خواب آیا کرتے تھے۔ اور اُس کے خواب زیادہ تر سچے ہی ہوا کرتے تھے۔ بعض اوقات تو ایسا ہوتا کہ وہ کوئی خواب دیکھتی اور اگلے ہی دن وہ اُس کے سامنے حقیقت کا روپ دھار لیتا۔

اور بعض اوقات جب اُس کی زندگی میں کوئی اہم مسئلہ درپیش ہوتا یا اُسے کوئی اہم فیصلہ کرنا ہوتا۔۔۔تو یوں ہی اُسے خواب میں اشاروں کے ذریعے رہنمائی ملتی تھی۔

"صبح ابا جان سے پوچھوں گی اس کی تعبیر۔۔۔" اُس نے سوچتے ہوئے آنکھیں موندلیں اور کچھ ہی دیر میں نیند کی وادی میں اتر گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

وفادار کی پہچان

آج سورج خوب چڑھا تھا۔۔۔اتنے دنوں کی دھند کے بعد سورج یہاں کے لوگوں کے لیے زندگی کی نوید بن کے آتا تھا۔۔۔

ہم سب اس وقت دھوپ میں چارپائیاں بچھائے بیٹھے تھے۔۔۔ امی ہمیں سیب کاٹ کے دے رہی تھیں اور ہم نمک چھڑک کے کھا رہے تھے۔ تازہ سیبوں کا بھی اپنا سواد تھا۔۔۔ سرما کی نرم نرم سی دھوپ بہت بھلی لگ رہی تھی۔

ازمینہ کی طبیعت اب کافی بہتر تھی وہ صحن کے ایک طرف بنے نل پہ ہفتے بھر کے کپڑے دھو رہی تھی۔

چارپائی کے قریب ہی نیچے ایک بلی بیٹھی تھی۔۔۔ یہ بلی تقریباً روز ہی آجایا کرتی تھی۔

"بلی کو لگاؤ ہو گیا ہے ہمارے گھر کے ساتھ۔۔۔" امام جی ہنستے ہوئے بولے۔

"جانور بڑے وفادار ہوتے ہیں۔۔۔ جو انسان ان سے محبت کرے اُس سے وفا نبھاتے ہیں۔" ابا جی بلی کی پشت سہلاتے ہوئے بولے۔

بلی بھی سکون سے بیٹھی دھوپ سینک رہی تھی۔

"انسان بھی وفادار ہوتا تو کیا ہی اچھا ہوتا۔۔۔" امام جی آہ بھرتے ہوئے بولے۔

"انسان بھی وفادار ہوتے ہیں لیکن اُن کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔" امی نے سیب کی قاش منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"وفادار انسان کی پہچان کیسے ہو۔۔۔؟؟"

"میں بتاؤں ابا۔۔۔؟؟" ازمینہ۔۔۔جو کب سے خاموشی سے ہماری گفتگو سن رہی تھی۔۔۔امام جی کے سوال پہ بولی۔وہ اب اکثر ہماری گفتگو میں حصہ لیتی تھی۔

"ہاں پتر تجھے پتا ہے تو پھر تُو ہی بتا دے۔۔۔" امام جی شفقت سے بولے۔

"وفادار وہ ہوتا ہے۔۔۔جو ہمیشہ۔ہر طرح کے حالات میں آپ کا ساتھ دے۔۔۔زندگی کے ہر موڑ پہ ساتھ نبھائے۔۔۔آپ کے اچھے برے مزاج کو برداشت کرے۔۔۔آپ کی غلطیوں کو یہ کہہ کے نظر انداز کر دے کہ۔۔۔کوئی بات نہیں۔۔۔غلطیاں تو سبھی سے ہو جاتی ہیں۔۔۔

ایسا انسان۔۔۔کہ جب آپ خوش ہوں تو وہ آپ کی خوشی میں آپ سے زیادہ خوش ہو جائے۔۔۔اور جب آپ دکھی ہوں تو بِن کہے آپ کا درد سمجھ جائے۔۔۔اور سب سے بڑی بات۔۔۔جب ساری دنیا بھی آپ کے خلاف ہو جائے تو وہ آپ کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کے کھڑا ہو جائے۔۔۔ایسا ہوتا ہے وفادار انسان۔۔۔"

ازمینہ کہہ کر خاموش ہو گئی۔

امام جی نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اور وفادار ہونے کے لیے اعلا ظرف ہونا بہت ضروری ہے۔۔۔کم ظرف کبھی بھی وفادار نہیں ہو سکتا۔۔۔کیونکہ کم ظرف کبھی دوسروں کو معاف نہیں کرتا۔" ابا جی نے کہا۔

"اور ابا۔۔۔بے وفا انسان ایسے ہوتے ہیں۔۔۔" وہ میری طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

"ارحم جیسے۔۔۔جو برسوں مڑ کے نہیں دیکھتے۔۔۔کوئی خبر نہیں لیتے۔۔۔" اب کے وہ شرارتی انداز میں بولی۔

"مجھے ساری خبر تھی۔۔۔ابا جی بتایا کرتے تھے ازمینہ بہت سمجھدار ہو گئی ہے۔۔۔لیکن مجھے تو

بالکل ایسا کچھ نہیں لگ رہا۔" میں اُسے چڑاتے ہوئے بولا تو وہ منہ بسور کے رہ گئی۔

"میری بیٹی کو تنگ مت کیا کرو ارحم۔۔۔" ابا اُس کی سائیڈ لیتے ہوئے بولے۔

ابا کے سائیڈ لینے پہ اُس نے میری طرف ایسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو۔۔۔" دیکھا۔۔۔"

"ابا مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔۔۔" وہ کپڑے تار پہ پھیلاتے ہوئے اچانک بولی۔

"ہاں بیٹی بولو۔۔۔ کیا بات ہے۔۔۔؟؟"

"اگر کوئی خواب میں سر پہ چادر دے تو اُس کا کیا مطلب ہوتا ہے۔۔۔؟؟"

"جو سر پہ چادر دے۔۔۔ اُس کا مطلب ہے کہ وہ آپ کو اپنی عزت بنانا چاہتا ہے۔۔۔" امام جی نے کچھ دیر سوچنے کے بعد جواب دیا اور اُن کی بات پہ وہ خاموش ہو گئی۔

"کیا تم نے یہ خواب دیکھا ہے۔۔۔؟؟" امی اُسے بغور دیکھتے ہوئے بولیں۔

"نن نہیں آنٹی۔۔۔ پلوشے نے دیکھا۔۔۔ اُسی نے بیان کیا مجھ سے۔۔۔" وہ جھٹ سے ہمسائی کا نام لیتے ہوئے بولی تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ اچانک سے گھبرا گئی ہو اور جھوٹ بول رہی ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

ہمیں درد کیوں ملتا ہے

خوبصورت لمحوں کو یادوں کی صورت دل میں قید کرتے پتا ہی نہ چلا کب ہمارے جانے کا وقت بھی آ گیا۔ ہمارے جانے میں اب دو ہی دن باقی تھے۔ میرا تو یہاں دل لگ گیا تھا۔۔۔ واپس جانے کو دل ہی نہیں چاہ رہا تھا لیکن واپس تو جانا ہی تھا۔

جانے سے پہلے میں ایک بار شمشاد خان کے گھر جانا چاہتا تھا۔۔۔ چونکہ میں جب یہاں آیا تھا اور امام جی مجھے اُس کے گھر لے کے گئے تھے۔ تو میں نے اُس سے وعدہ کیا تھا کہ اُس کے گھر سے قہوہ ضرور پیوں گا۔

میں نے امام جی سے شمشاد خان کے گھر جانے کو کہا تو۔۔۔ امام جی نے فوراً حامی بھر لی۔ اور اب ہم شمشاد خان کے گھر بیٹھے تھے۔۔۔

''قہوہ لاجواب ہے۔۔۔'' میں نے گھونٹ بھر کے تعریف کی۔۔۔

''کشمیری قہوہ ہے۔۔۔'' شمشاد خان نے قہوے کی تعریف کے جواب میں کہا۔

بالی آج سویا ہوا تھا۔۔۔ میں اُس سے بھی ملنا چاہتا تھا لیکن پھر اُسے نیند سے جگانا مناسب نہ سمجھا۔

''امام صیب (صاحب)۔۔۔ آپ نے جمعہ کو تقریر میں کہا تھا کہ اللہ اپنے بندے سے بہت پیار کرتا ہے۔۔۔''

''ہاں شمشاد خان۔۔۔ اللہ اپنے بندے سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے۔''

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

"میرے ذہن میں ایک بات آتا ہے۔۔۔" شمشاد خان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"مجھے بتاؤ خان۔۔۔ کیا بات آتی ہے تمہارے ذہن میں۔۔۔؟؟"

"میں سوچتا ہوں امام صیب (صاحب)۔۔۔ اگر اللہ ہم سے اتنا پیار کرتا ہے۔۔۔ تو وہ ہم پہ پریشانیاں کیوں بھیجتا ہے۔۔۔ ہمیں دکھ کیوں دیتا ہے۔۔۔ وہ ہمیں صرف خوشیاں کیوں نہیں دیتا۔۔۔"

شمشاد خان کی بات پہ امام جی خاموش ہو گئے۔۔۔ اور میں بھی سوچنے لگا ہاں واقعی ایسا کیوں ہوتا ہے۔ ہم دونوں اب امام جی کی طرف دیکھ رہے تھے کیونکہ اس بات کا جواب تو وہی دے سکتے تھے۔

ہم پہ مصائب اس لیے آتے ہیں تاکہ ہم دوسروں کا درد سمجھ سکیں۔۔۔ اگر ہم دکھوں سے دوچار نہیں ہوں گے تو کبھی بھی کسی انسان کا دکھ نہیں سمجھ پائیں گے۔۔۔ پریشانیاں ہمیں درد سے آشنا کرانے آتی ہیں۔۔۔ جب بھی ہم اپنی خوشیوں میں مگن ہو جائیں اور آس پاس رہنے والوں کے دکھ درد کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں۔۔۔ غریبوں اور بے کسوں کی مدد کرنا چھوڑ دیں۔۔۔ تو پھر ہمیں بھی ایک دکھ دے دیا جاتا ہے۔۔۔ غفلت سے جگانے کے لیے۔۔۔ اور یہ سمجھانے کے لیے کہ اپنی ضرورت سے زیادہ جو بھی تمہیں دیا گیا ہے۔۔۔ وہ تمہارے پاس ضرورت مندوں کی امانت ہے۔۔۔ اور امانتیں لوٹانے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔" امام جی نے متانت بھری سنجیدگی سے کہا۔

"تو جب بھی دکھ آئے میں سمجھ جاؤں کہ میرے آس پاس کسی کو میری مدد کی ضرورت ہے۔۔۔؟؟" شمشاد خان سوچتے ہوئے بولا۔ اُس نے بہت گہری بات کر دی تھی۔

"ہاں شمشاد خان۔۔۔ اور جب ہم دوسروں کے دکھوں کو خوشیوں میں تبدیل کر دیتے ہیں تو اللہ بھی غیب سے ہماری مدد کر دیتا ہے۔"

شمشاد خان نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

اور پھر کچھ دیر وہاں بیٹھنے کے بعد ہم وہاں سے چلے آئے۔۔۔

آج ازمینہ نے کھانے پہ اچھا خاصا اہتمام کیا تھا۔

''اب کتنے سالوں بعد آؤ گے ارحم۔۔۔؟؟'' وہ صبح سے کوئی دسویں بار یہ سوال کر رہی تھی۔ لیکن آج اُس کے لہجے میں شوخی اور شرارت مفقود تھی۔ وہ بجھی بجھی سی لگ رہی تھی۔۔۔یا شاید مجھے ہی محسوس ہو رہا تھا۔

''تم بتا دو کتنے سالوں کے بعد آؤں۔۔۔'' میں نے مسکراہٹ دباتے ہوئے اُس سے پوچھا۔

''میں تو کہوں گی تم جاؤ ہی نہ۔۔۔'' وہ افسردگی سے بولی۔

''تم میرے جانے سے افسردہ ہو۔۔۔؟'' مجھے حیرت ہو رہی تھی۔ یہ صحیح تھا کہ میں بھی واپسی کا سوچ کے اداس تھا لیکن ہمارے درمیان کوئی ایسا تعلق نہیں تھا کہ وہ اتنی افسردہ ہو جاتی۔

''بالکل بھی نہیں۔۔۔میں کیوں اداس ہوں گی بھلا۔۔۔'' وہ کمزور لہجے میں کہتے ہوئے سامنے سے ہٹ گئی۔ اور مجھ پہ سوچ کے نئے در وَا کر گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

تبدیلی قدرت کا قانون

میں غسل لے کے نکلا تو ازمینہ بر آمدے میں بیٹھ کے سبزی بنا رہی تھی۔

امی اور ابا کہیں باہر نکلے ہوئے تھے۔ امی کو جھرنے بہت پسند تھے۔۔۔اس لیے وہ تقریباً ہر روز ابا کے ساتھ نکل جایا کرتی تھیں۔ اور دونوں رات گئے واپس آتے تھے۔

میں تولیے کے ساتھ بال رگڑتا ہوا ازمینہ کے پاس چلا آیا۔

"امام جی کہاں ہیں۔۔۔؟؟"

"ابھی کچھ دیر پہلے ہی باہر نکلے ہیں۔" اُس نے میرے سوال کے جواب میں کہا اور یوں ہی سر جھکائے سبزی بناتی رہی۔

میں نے بغور اُس کا چہرہ دیکھا۔ جب سے ہماری واپسی کی بات ہوئی تھی۔۔۔وہ بہت خاموش اور اداس ہو گئی تھی۔

کچھ سوچ کر میں اُس کے قریب بیٹھ گیا۔ اور ادھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد۔۔۔اپنے کالج کا ذکر چھیڑ دیا۔ میں باتوں ہی باتوں میں اُسے ارسہ کے بارے میں بتانے لگا۔ ارسہ۔۔۔جس سے مجھے کالج کے زمانے میں محبت ہوئی تھی اور جس سے میں شادی کرنا چاہتا تھا۔

مجھے یوں محسوس ہوا۔۔۔جیسے ارسہ کے ذکر سے ایک تاریک سایہ سا اُس کے صبیح چہرے پہ لہرایا ہو۔۔۔لیکن وہ کمال ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے سنتی رہی۔

"تم اُسے بہت مِس کرتے ہو۔۔۔؟؟" بات کے اختتام پہ اُس نے پوچھا۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

میں نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ازمینہ۔۔۔اُس کی شادی ہو چکی ہے۔۔۔اور میں بھی زندگی میں آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔۔۔لیکن اُس کی یاد کسی آکٹوپس کی طرح مجھے جکڑے رکھتی ہے۔۔۔" میں نے بے بس انداز میں کہا۔

اب وہ مجھے ہمدردی سے دیکھ رہی تھی۔

"ارحم۔۔۔تبدیلی فطرت کا قانون ہے۔۔۔ہر چیز وقت کے ساتھ تبدیل ہو جاتی ہے۔۔۔پھر چاہے وہ کوئی محبت ہو۔۔۔کوئی جذبہ ہو۔۔۔یا کچھ بھی۔۔۔"

"ایسا ہوتا ہے کہ کوئی ہمیں جان سے زیادہ عزیز ہوتا ہے لیکن ایک وقت آتا ہے کہ ہم اُس کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتے۔۔۔اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کے ساتھ ہمارے اختلافات ہوتے ہیں۔۔۔لیکن آہستہ آہستہ وہ انسان ہمارے دل کا مکین بن جاتا ہے۔۔۔وقت کے ساتھ ساتھ۔۔۔حالات و واقعات کے مطابق۔۔۔لوگوں کے بارے میں ہمارے خیالات اور جذبات بدل جایا کرتے ہیں۔" وہ فلسفیانہ انداز میں مجھے سمجھا رہی تھی۔

"انسان زندگی میں پریشان اس لیے ہو جاتا ہے کیونکہ۔۔۔وہ زندگی کے نئے رخ اور نئے موڑ کو قبول نہیں کر پاتا۔۔۔اگر وہ اپنا ذہن پہلے سے بنا رکھے کہ۔۔۔زندگی میں کبھی بھی کچھ بھی بدل سکتا ہے۔۔۔تو میرے خیال میں کبھی بھی کوئی دکھی نہیں ہو گا۔"

"تم بے شک اُسے نا بھولو۔۔۔اور ایک اچھی یاد کی طرح ہمیشہ اپنے دل میں زندہ رکھو۔۔۔لیکن اگر اُس کی یاد تمہاری نارمل زندگی کو ڈسٹرب کرے۔۔۔تو پھر تمہیں واقعی اُسے بھول جانا چاہیے۔۔۔"

"پرانی یادیں۔۔۔اور حسرت بن جانے والی خواہشیں انسان کو اندر ہی اندر تھکا ڈالتی ہیں۔ اور تمہارے سامنے ابھی پوری زندگی پڑی ہے۔"

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

”جانتے ہو ارحم۔۔۔ہر انسان کی کوئی نہ کوئی کمزوری ہوتی ہے۔۔۔کوئی عادت۔۔۔کوئی خواب۔۔۔کوئی خواہش۔۔۔یا کوئی انسان۔۔۔کمزوری ہونے کا مطلب ہے کہ آپ اُس کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔۔۔اور راز کی بات یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے آپ کی آزمائش بھی اسی کمزوری سے ہوتی ہے۔۔۔اور ہم سمجھ نہیں پاتے ورنہ۔۔۔ہماری آزمائشیں۔۔۔ہماری محبوب چیزوں اور انسانوں کے ہاتھوں ہی ہوتی ہیں۔“

میں نے اُس کی بات سمجھ کے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اُس نے سادہ لفظوں میں مجھے زندگی کا فلسفہ سمجھا دیا تھا۔۔۔کہ کبھی بھی کچھ بھی بدل سکتا ہے۔۔۔چاہے وہ حالات ہوں۔۔۔یا کوئی انسان۔۔۔اس لیے کبھی بھی کسی چیز کو دائمی نہیں سمجھ لینا چاہیے۔۔۔اور خود کو حالات کے مطابق ڈھال لینا ہی سمجھ داری ہے۔ یہ دنیا ہی فانی ہے تو پھر اس کی کوئی چیز دائمی کیسے ہو سکتی ہے۔

میں نے کہیں پڑھا تھا۔

”انسان کو زندگی میں ایک عادت ضرور سیکھ لینی چاہیے۔۔۔جو چیز ہاتھ سے نکل جائے اُسے بھول جانے کی عادت۔۔۔یہ عادت انسان کو بہت سی تکلیفوں سے بچا لیتی ہے۔“

”میں صرف اتنا جانتا ہوں ازمینہ۔۔۔کہ کچھ لوگوں کا کوئی نعم البدل نہیں ہوتا۔۔۔وہ ایک بار کھو جائیں تو پھر کبھی دوبارہ نہیں ملتے۔۔۔“ میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

”ہم سب کی زندگی میں بہت سے ایسے خوف اور اندیشے ہوتے ہیں جو ہمیں اپنے شکنجے میں جکڑے رکھتے ہیں۔ کسی کو کھو دینے کا ڈر۔۔۔ کبھی ناکامی کا ڈر۔۔۔ کبھی اس بات کا خوف کہ لوگ بچھڑ نہ جائیں۔ کامیابی مِل جائے تو اس بات کا خوف کہ ایسا نہ ہو ہم اسے قائم نہ رکھ پائیں۔ صرف ایک بات ہے جسے یاد رکھنا ہم بھول جاتے ہیں۔۔۔وہ یہ کہ جو ہماری قسمت میں ہے وہ کوئی ہم سے لے نہیں سکتا چاہے وہ کامیابیاں ہوں یا محبتیں۔۔۔اور جو ہمارا نہیں ہے وہ ہمیں کسی قیمت پر بھی نہیں ملے گا۔ اس لیے

پریشان ہو کر اس خوبصورت زندگی کو ضائع کرنے سے کچھ حاصل نہیں جو اللہ نے دیا ہے اُس پہ شکر ادا کریں اور جو نہیں دیا اُس میں نہ دینے کی حکمت تلاش کریں۔"

ازمینہ کی بات پہ میں نے سر ہلا دیا۔

"اچھا سنو۔۔۔" میں اُٹھ کے جانے لگا تو ازمینہ نے پکارا۔

میں نے مڑ کے اُسے سوالیہ انداز میں دیکھا۔

"مجھے بزدل اور روتے بسورتے مرد بہت برے لگتے ہیں۔۔۔ جو ہر چھوٹی چھوٹی بات پہ ہمت ہار کے بیٹھ جاتے ہیں۔" اُس کے سنجیدہ لہجے کے پیچھے شرارت چھپی تھی۔

"اور مجھے فلسفیانہ گفتگو کرنے والی لڑکیاں بہت بری لگتی ہیں۔۔۔ جو ہر کسی کی دادی اماں بننے کی کوشش کرتی رہتی ہیں۔" میں نے بغیر ادھار رکھے دو بدو جواب دیا تو وہ کھل کے ہنس دی۔ کچھ دیر پہلے والی اداسی کا شائبہ بھی اب اُس کے چہرے پہ نہیں تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

زندگی مسکراتی ہے

ہم نے اپنا سامان پیک کر کے رکھ دیا تھا۔ صبح سویرے ہمیں یہاں سے نکلنا تھا۔ آج موسلا دھار بارش ہوئی تھی۔ اس لیے سردی میں اچھا خاصا اضافہ ہو گیا تھا۔

اس وقت ہم کمرے میں انگیٹھی جلائے رضائی میں دبکے بیٹھے مونگ پھلی کھا رہے تھے۔ ازمینہ نہ جانے کہاں تھی۔

میں کسی کام سے باہر آیا تو اُسے صحن میں ٹہلتا ہوا پایا۔ اُس نے وہی کالی شال اوڑھ رکھی تھی جو میں اُس کے لیے لایا تھا۔ شال کو کندھوں کے گرد لپیٹے سردی سے بے نیاز یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہی تھی۔۔۔اور کسی گہری سوچ میں گم لگتی تھی۔

"اتنی ٹھنڈ میں کیا کر رہی ہو۔۔۔؟؟" میں اُس کے قریب آ کے حیرت سے بولا تو وہ جیسے کسی خیال سے چونکی۔

"کچھ بھی نہیں۔۔۔ویسے ہی چہل قدمی کر رہی ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"ٹھنڈ نہیں لگ رہی تمہیں۔۔۔؟؟" میں تو اتنی سی دیر میں ہی سردی سے کانپنے لگا تھا۔ جبکہ وہ سکون سے میرے سامنے کھڑی تھی۔

"اتنی سی ٹھنڈ ہمارا کچھ نہیں بگاڑتی۔۔۔ کبھی سردیوں میں یہاں آنا جب برف باری ہوتی ہے۔۔۔ساری زندگی منجمد ہو کے رہ جاتی ہے۔۔۔ پھر تمہیں پتا چلے سردی کسے کہتے ہیں۔"

میں اُس کی بات پہ کندھے اچکاتا ہوا واپس جانے لگا تو اُس نے پیچھے سے آواز دی۔

''سنوا ارحم۔۔۔اگر میں تم سے کچھ کہوں تو مان جاؤ گے کیا۔۔۔؟؟'' وہ جھجھکتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''ہاں بولو کیا بات ہے۔۔۔''

وہ مضطرب دکھائی دے رہی تھی جیسے کچھ کہنے اور نہ کہنے کی کشمکش میں ہو۔

''بولو ازمینہ۔۔۔خیریت تو ہے نا۔۔۔؟'' مجھے اُس کی خاموشی سے الجھن اور پریشانی ہونے لگی تھی۔

میں نے کہیں پڑھا تھا کہ۔۔۔''جو انسان اپنی خواہش کے اظہار کی جرأت نہیں رکھتا۔۔۔اُسے کچھ پانے کی امید بھی نہیں رکھنی چاہیے۔'' اُس نے تمہید باندھی۔

''خواب میں۔۔۔میرے سر پہ چادر تم نے دی تھی۔۔۔'' وہ اٹکتے ہوئے بولی۔ تو مجھے دو روز پہلے اُس کا بیان کیا گیا خواب یاد آ گیا۔

''لیکن تم تو کہہ رہی تھی کہ پلوشے نے وہ خواب دیکھا۔۔۔''

''میں نے جھوٹ بولا تھا۔۔۔'' وہ شرمندگی سے کہنے لگی۔

میں نے ہنکارا بھرا۔۔۔اور دونوں بازو سینے پہ لپیٹ لیے۔ مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اس بات کا کیا جواب دوں۔

''ارحم۔۔۔عہد تو تم نے پورا کر دیا تھا۔۔۔جس دن میرے لیے شال لائے تھے۔۔۔خواب کب پورا کرو گے۔'' اُس نے جھجھکتے ہوئے بالآخر کہہ ڈالا۔ میں ششدر رہ گیا۔

کیا کچھ نہیں تھا اُس کے لہجے میں۔۔۔کچھ نہ کہہ کے بھی وہ بہت کچھ کہہ گئی تھی۔

''ازمینہ۔۔۔تم۔۔۔یہ کیا کہہ رہی ہو۔۔۔'' میں نے اپنے لہجے کو حتی الامکان متوازن رکھا۔

اُس کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔ اور سوگواری اُس کے چہرے پہ واضح تھی۔

https://paksociety.com https://paksociety.com

"سالوں سے تمہارا انتظار کرتی رہی ہوں ارحم۔۔۔ کیا اتنے سالوں بعد آ کے بھی امید کا کوئی سرا پکڑائے بغیر چلے جاؤ گے۔۔۔" الفاظ اُس کی زبان سے ٹوٹ ٹوٹ کے نکل رہے تھے۔ اور اُس نے اپنے ہاتھ سختی سے ایک دوسرے میں پیوست کر رکھے تھے۔ وہ بہت ڈسٹرب لگ رہی تھی۔

میں نے ایک بے یقین سی نظر اُس پہ ڈالی۔۔۔ وہ بھیگی آنکھوں کے ساتھ چپ چاپ مجھے دیکھ رہی تھی۔

میں کچھ بھی کہے بغیر لمبے لمبے ڈگ بھرتا اُس کمرے میں چلا آیا جہاں میں اکیلا سوتا تھا۔۔۔ امی، ابا اور امام جی کی باتوں کی آوازیں ساتھ والے کمرے سے آ رہی تھیں۔۔۔ لیکن اب میں وہاں جانے کی ہمت خود میں نہیں پا رہا تھا۔۔۔

یہ کیا کہہ دیا تھا ازمینہ نے... میں نے بھلا کب ایسا کچھ سوچا تھا اُس کے بارے میں...

مجھے یاد آیا۔۔۔ ارسہ نے آخری ملاقات میں مجھ سے کہا تھا۔۔۔ "شاید ارحم کسی اور لڑکی نے تمہیں زیادہ شدت سے اپنی دعاؤں میں مانگ لیا ہے۔۔۔"

تو کیا وہ لڑکی۔۔۔ ازمینہ تھی۔۔۔ میرے دل و دماغ میں ایک طوفان برپا تھا۔۔۔ کیا ازمینہ کی دعائیں اور خاموش محبت۔ مجھے یہاں کھینچ لائی تھی۔۔۔

سوال ایک کے بعد ایک میرے دل میں سر اٹھا رہے تھے۔

میں کمرے کی کھڑکی کھول کے کھڑا ہو گیا۔۔۔ ٹھنڈی یخ ہوا نے میرا استقبال کیا۔۔۔ اور میرے وجود میں سردی کی لہر سی دوڑ گئی۔۔۔ آسمان پہ ہر سُو تارے جگمگا رہے تھے اور باریک سا چاند تاریکی کے پردے سے جھانک رہا تھا۔

پہاڑوں پہ بنے گھروں میں بتیاں جل رہی تھیں۔۔۔ دور سے دیکھنے پہ یوں لگتا تھا جیسے کسی نے پہاڑوں پہ جگہ جگہ دیے جلا کے رکھ دیے ہوں۔ یہ منظر مجھے سحر زدہ کر دیتا تھا۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

وہ ساری رات بے چینی سے کروٹیں بدلتے گزر گئی۔۔۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

اُس کے لہجے کی سچائی اور آنکھوں میں تیرتی نمی نے مجھے بے چین کر رکھا تھا۔

ساری رات سوچنے کے بعد۔۔۔ بالآخر فجر کی اذان کے ساتھ میں نے فیصلہ کر لیا۔

صبح کے وقت جب ہم فجر کی نماز ادا کر کے آئے تو امام جی بھی افسردہ لگ رہے تھے۔

''جانے اب کب ملنا ہو۔۔۔'' وہ افسردگی سے بولے۔

ابا جی بھی افسردہ دکھائی دیتے تھے۔

''بھئی ازمینہ میرا تو اب تمہارے بغیر دل نہیں لگے گا۔۔۔'' امی ازمینہ کو ساتھ لگاتے ہوئے بولیں۔ امی کے لہجے میں ازمینہ کے لیے پیار ہی پیار تھا۔

ازمینہ میری طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔

''تو کیا خیال ہے امی۔۔۔ اس کو بھی اپنے ساتھ گھر لے جانے کا بندوبست کر لیں۔'' میں نے اُس کے چہرے پہ نظریں ٹکائے شرارت سے کہا تو اس نے بے یقینی سے میری طرف دیکھا۔۔۔ میں دھیرے سے مسکرا دیا۔۔۔ اور میری مسکراہٹ نے میری بات کی سچائی پہ مہر ثبت کر دی۔

ازمینہ کے اداس چہرے پہ اچانک ہی بے پناہ خوشی پھیل گئی۔

اور اُس کے مسکرانے سے مجھے یوں لگا جیسے۔۔۔ زندگی آس پاس ہی کہیں کھل کے مسکرائی ہو۔

ابا اور امام جی کچھ دور کھڑے تھے اور اُن کا اس طرف دھیان نہیں تھا۔

میری بات کا مطلب سمجھ آنے پہ امی نے بھی حیران اور قدرے خوش ہو کے مجھے دیکھا۔

''ہم جلدی ہی واپس آئیں گے۔'' امی نے پیار سے ازمینہ کے گال چھوتے ہوئے کہا۔

اور میں مسکراتا ہوا امام جی کی طرف چلا آیا۔

''امام جی۔۔۔۔ میں تہہ دل سے آپ کا شکر گزار ہوں۔۔۔ جو علم آپ نے مجھے دیا وہ میں آگے

بھی بانٹنے کی کوشش کروں گا۔" میں نے امام جی کے ہاتھ تھام کے آنکھوں کے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"علم میں اضافے کا راز بھی یہی ہے میرے بچے۔۔۔ جتنا پاس ہو۔۔۔ آگے پھیلا دو۔۔۔"

"اللہ تمہیں زندگی کے ہر میدان میں کامیابیاں عطا کرے۔۔۔" امام جی نے بغل گیر ہو کے مجھے دعا دی۔

اور پھر امام جی سے ڈھیروں دعائیں لے کے ہم واپسی کے سفر پہ روانہ ہو گئے۔

سچ ہے کہ رہنمائی انھی کو ملتی ہے۔۔۔ جو اُسے تلاش کرتے ہیں۔۔۔ اور جو اُسے خدا سے مانگتے ہیں۔۔۔ ورنہ خواہشوں کی پٹی آنکھوں پہ باندھے۔۔۔ اندھا دھند زندگی تو سبھی گزار رہے ہیں۔

اور دنیا میں آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں، جو لوگوں کو اللہ سے ملا دیتے ہیں۔ جو لوگوں کے دلوں میں خدا کی محبت کا بیج بو دیتے ہیں۔۔۔ پھر اُس بیج کو تناور درخت میں بدلنے کا کام اُس پاک ذات کا ہوتا ہے۔ بس پختہ ایمان شرط ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

روزِ حساب

ایک صبح ایسی بھی آئے گی۔۔۔جب سورج مغرب سے طلوع ہو گا۔۔۔زمین تھرتھرانے لگے گی۔۔۔اور یہ آج کل کے زلزلے تو کچھ بھی نہیں۔۔۔وہ قیامت کا زلزلہ ہو گا۔۔۔اُس دن کچھ بھی نہیں بچے گا۔۔۔ایسی تیز آندھی آئے گی کہ پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑنے لگیں گے۔آسمان پھٹ جائے گا۔۔۔اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔۔۔لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے۔۔۔جب صُور پھونکا جائے گا۔۔۔اور اُس کی آواز اتنی بلند ہو گی کہ لوگ کانوں پہ ہاتھ رکھ کے چیخنے لگیں گے۔۔۔اور کانوں کے پردے پھٹ جائیں گے۔۔۔مرُدے قبروں سے نکل نکل کے رب کی طرف دوڑ رہے ہوں گے۔کبھی سوچا ہے وہ منظر۔۔۔جب مردے قبروں سے نکل کے ہماری طرف نہیں آئیں گے۔۔۔جن کے ساتھ انھوں نے اپنی زندگیاں گزاری ہوں گی۔بلکہ وہ اللہ کی طرف بھاگیں گے۔۔۔اور ایک روز ایسا بھی آئے گا۔۔۔جب ہم مصروف ہوں گے اور موت کا فرشتہ آ جائے گا۔۔۔اور ہمیں معلوم ہو گا وہ کون ہے۔۔۔کیوں آیا ہے۔۔۔لیکن ہم کچھ نہیں کر پائیں گے۔۔۔اور سب کچھ چھوڑ کے۔اپنے رشتے۔۔۔دوست۔۔۔دولت۔۔۔ڈگریاں۔۔۔ محبتیں۔۔۔سب کچھ چھوڑ کے ہمیں اُس کے ساتھ جانا ہو گا۔۔۔اس دنیا کے ساتھ لمحے میں ہمارا تعلق ٹوٹ جائے گا۔۔۔

اس لیے ابھی وقت ہے۔۔۔ابھی سانس باقی ہے۔ابھی خود پہ اختیار بھی باقی ہے۔۔۔ورنہ کل تو ہمارے یہی ہاتھ۔۔۔کان۔۔۔آنکھیں۔ہمارے خلاف گواہی دے رہے ہوں گے۔۔۔ابھی بخشش کا دروازہ کھلا ہے۔۔۔لیکن ایک روز ایسا آئے گا جب ہم معافی مانگیں گے تو وہ لوٹا دی جائے گی۔۔۔کیونکہ

اُس دن توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔۔۔

اس لیے زندگی میں جتنے نیک عمل کر سکتے ہو، کر لو۔۔۔یہ دنیاوی خواہشیں تو کبھی ختم نہیں ہوتیں۔۔۔ ایک کو پورا کرتے ہیں تو دوسری دل میں جنم لے لیتی ہے۔۔۔یہ ایک نا ختم ہونے والی فہرست ہے۔۔۔لیکن موت کا کوئی وقت متعین نہیں ہے۔وقت مٹھی سے ریت کی مانند پھسل رہا ہے۔۔۔اور عمر کی پونجی گھٹتی جا رہی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

تم ایسی یاد ہو جاؤ

تم ایسی یاد ہو جاؤ
خدا کا عکس ہو جاؤ
دلوں پہ نقش ہو جاؤ
ستارے جس کو گھیرے ہیں
وہ ماہتاب ہو جاؤ
وفا کا عہد ہو جاؤ
دعا کا لفظ ہو جاؤ
زمانے نے ملایا تھا
تم کو خاک میں اک دن
اب تم ایسے نکھرو کہ
بہت نایاب ہو جاؤ
دلوں میں جو رہے زندہ
تم ایسی یاد ہو جاؤ

ایڈووکیٹ اقراء طارق

☆☆☆☆☆☆☆☆

ختم شُد

اس کتاب پر آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام